ظہورِ کمال کے لئے شرط ہے یا نہیں "۔ (ان امور کا) شرط ہونا مفقود ہے اگرچہ ان امور کا مرتب ہونا کمال پر (موقوف) ہے۔ اور نیز آپ نے پوچھا تھا کہ " وہ علامات جو متوسط و منتہی کے حال سے تعلق رکھتی ہیں کونسی ہیں اور منتہی متوسط سے اور متوسط منتہی سے کن چیزوں کے ساتھ ممتاز ہوتا ہے "۔ جان لیں کہ توسط و انتہا کے بہت سے مراتب ہیں ولایت میں کتنے ہی مراتب ہیں جن میں سے بعض بعض کے اوپر ہیں (اس طرح) کہ نیچے کے مرتبہ کی انتہا اوپر کے مرتبہ کی ابتدا ہے اور ولایت کے مراتب طے کرنے کے بعد مرتبۂ نبوت کے کمالات ہیں کہ ان (مراتب ولایت) کی نہایت اس (مرتبۂ نبوت) کی ابتدا ہے لیکن پہلی (مراتب ولایت) کا کمال و انتہا فنا ہے جس کو ماسوا کے نسیان اور زوالِ علوم سے تعبیر کرتے ہیں، اگر اشیاء کے علم حصولی کا زوال ہو تو فنائے قلب ہے اور اگر علمِ حضوری کا زوال ہے تو فنائے نفس ہے، یہ نسیان قرب ولایت میں فی نفسہٖ کمال بھی ہے اور دوسرے ان کمالات کے لئے جو اس کے اوپر ہیں شرط بھی ہے اور نماز میں لذت کا ممتاز ہونا انتہا کی خصوصیات میں سے ہے جیسا کہ گذر چکا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "سیر کی انتہا بقا باللہ تک ہے یا فنا و بقا باللہ کے معاملات گذر جانے کے بعد نہایت کسی دوسری چیز سے تعلق رکھتی ہے اور ص۲۷۲
وہ کیا ہے؟" جان لیں کہ فنا و بقا جو کہ اصول اور اصولِ اصول کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں (ان) کے معاملات سے گذر جانے کے بعد جہل و حیرت کے ساتھ واسطہ پڑتا ہے یہ وہ جہل و حیرت نہیں جو کہ متعارف (مشہور) ہے کہ وہ تو نقص ہے یہ وہ جہل و حیرت ہے جو کہ علم و معرفت پر ہزاروں درجہ فوقیت رکھتی ہے من لم یذق لم یدر [جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا] اور نیز اس معاملہ کے گذر جانے کے بعد ایسی نسبت جس کی کیفیت معلوم ہو ظاہر ہوتی ہے کذا وکذا ثم کذا وکذا [یعنی پھر اس کے بعد اس قسم کی مجہول الکیفیت نسبت ظاہر ہوتی ہے اور پھر اس کے بعد بھی اسی طرح کی کیفیت پیش آتی ہے] ان معاملات کے بارے میں سوائے اشارات کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ (آپ کی) موجودگی میں اگرچہ میں چاہتا تھا کہ اس قسم کی باتیں آپ سے بیان کروں لیکن چونکہ آپ کے شوق کی باگ کو اس سے پھرا ہوا دیکھتا تھا تو میں بھی سخن کی باگ کو پھیر لیتا تھا اب جبکہ معاملہ سر پر آ گیا ہے شوق کی رگ کو حرکت ہوئی ہے مزید چند سطریں آپ کے مقصد کے مطابق لکھتا ہوں غور سے سُنیں۔

فنائے نفس کا معاملہ جو کہ اوپر بیان ہو چکا ہے تجلیٔ صفات کا نتیجہ ہے اور اس (مقام) سے گذرنے کے بعد معاملہ تجلیٔ ذات کے ساتھ ہے اور اس تجلی کا معاملہ گفتگو سے باہر ہے ذوقی و وجدانی ہے بیانی و ترجمانی نہیں ہے اس قدر ہے کہ یہ تجلیٔ ذاتی دائمی ہے اس لئے کہ ذات جب تجلی فرماتی ہے تو پھر اس کے لئے استتار (پوشیدگی چھپنا) نہیں ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ تجلیٔ برقی جو بزرگوں نے کہا ہے

وہ تجلیٔ ذات تعالیٰ و تقدس نہیں ہے (بلکہ) ذات تعالیٰ کے شیونات میں سے کسی شان کی تجلی ہے اور حضرت شیخ ابن عربی قدس سرہ نے تجلی ذات کو اس عبارت سے تعبیر کیا ہے "ذات کی تجلی متجلی لہٗ کی صورت کے ساتھ ہونے کے سوا نہیں ہوتی پس متجلی لہٗ نے حق کے آئینہ میں اپنی صورت کے سوا نہیں دیکھا اور اس نے حق کو نہیں دیکھا اور یہ ممکن (بھی) نہیں ہے کہ وہ اس کو دیکھے"۔ اور شیخ قدس سرہ نے اس تجلی کو تجلیات کا منتہی کہا ہے اور فرمایا ہے "پس اس بارے میں کہ تو تجلیٔ ذاتی کے اس درجے سے ترقی کرے طمع نہ کر اور اپنے آپ کو نہ تھکا"۔ اور ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے اس تجلی کو ذات تعالیٰ کے شیونات میں سے کسی شان کی تجلی مقرر فرمایا ہے کیونکہ وہ شان اس اسم کے اصول میں سے ایک اصل ہے جو کہ سالک کا مبدأ تعین ہے اور اس تعلق کی وجہ سے عارف کی صورت کی آئینہ داری کی ہے اور اس کے رنگ میں ظاہر ہوئی ہے نہ کہ تجلیٔ ذات تعالیٰ بلکہ تجلی شان بھی تنزیہی طریق پر نہیں ہے صورت کی آئینہ داری کے ساتھ مقید اور اس کا حکم لئے ہوئے ہے۔

"آپ نے غائبانہ توجہ کے لئے لکھا تھا کہ کس طرح ہے" توجہ میں حضور و غیب (حاضر اور غائب ہونا) برابر ہے اس معاملہ میں عمدہ واحد ہونا اور اپنے آپ کو متفرق توجہات سے جمع (یکسو) کرنا ہے، اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ "مریدوں کے احوال کا علم نہ ہونا نقص کا سبب ہے یا نہیں"۔ جان لیں کہ اختیاری سلوک و تسلیک میں پیر کو مرید کے احوال کا علم ہونا اور اسی طرح مرید کو اپنے احوال کا علم ہونا ضروری ہے اور ہمارے طریقہ میں جو کہ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے یہ کچھ درکار نہیں ہے نہ پیر کی جانب ۲۷۵ میں نہ مرید کی جانب میں کیونکہ اس طریقہ میں فائدہ پہنچانا اور فائدہ حاصل کرنا انعکاسی اور انصباغی (رنگ میں رنگا جانا) ہے، مرید شیخ کامل کی صحبت میں بقدر محبت اور فنا فی الشیخ ہونے کے ہر گھڑی اس کے رنگ میں رنگا جاتا ہے اس صورت میں فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے میں علم ہونے کی کیا ضرورت ہے، خربوزہ جو کہ سورج کی گرمی سے پک جاتا ہے کیا ضروری ہے کہ سورج یا خربوزے کو پختہ کرنے یا پختہ ہو جانے کا علم ہو، اس طریق میں اپنے شیخ کے ساتھ مناسبت کی جس قدر وجوہ زیادہ پیدا کرتا ہے اس کے حق میں اسی قدر انصباغ (رنگ میں رنگا جانا) زیادہ حاصل ہوتا ہے اور مناسبت کے اسباب کا حاصل کرنا ظاہر و باطن میں شیخ کا اتباع کرنے کے ساتھ ہے کہ اپنے اندر بال برابر بھی مخالفت و اعتراض کی مجال نہ پائے کہ یہ راستہ کی رکاوٹ اور خسارہ کا سبب ہے اور نیز اس کی خدمت اور آداب کی رعایت کرنے میں جیسا کہ بزرگوں نے فرمایا ہے اور پیر کے ساتھ محبت و اعتقاد میں پختگی ہونے میں ہے ؎

زاں روئے کہ چشم تست احول معبود تو پیر تست اول

(کیونکہ تیری آنکھ احول (ٹیڑھا دیکھنے والی ہے) اس لئے اول تیرا معبود تیرا پیر ہے]

آپ نے لکھا تھا کہ "مریدوں میں فنائے قلبی کے حاصل ہونے تک ان کے ساتھ شوق سے محبت رکھی جاتی ہے اس کے بعد اثر بہت کم معلوم ہوتا ہے اور چنداں ادراک میں نہیں آتا۔" میرے مخدوم! ہمارے بزرگوں کی نسبت بلندی کے کمال کی جانب ہی جہالت و حیرت سے زیادہ قریب ہے جسقدر ظلال کی قید سے رہائی پاتا ہے اور اصل کے ساتھ تعلق پیدا کرتا ہے علم و معرفت کے مقامات ظنی سے اسی قدر زیادہ دور جا پڑتا ہے۔ قدوۃ المحققین ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ بسرہ الاقدس نے لکھا ہے "باطن کی نسبت جسقدر جہالت میں جائے گی اسی قدر زیادہ اچھی ہوگی" مریدوں کو اذکار و طاعات کی پابندی میں مشغول رکھیں اور خدمات کے بجالانے اور آداب کی رعایت کرنے کی ترغیب دیتے رہیں اور بیکار نہ چھوڑیں امید ہے کہ بزرگوں کی خاص نسبت سے بہرہ ور ہوں گے، مقصود نسبت کا حاصل ہونا ہے اس کا علم ہونا دوسری بات ہے اگر دیں تو بہت اچھا اور خوب ہے ورنہ غم نہیں ہے، نسبت جب دیر سے اور تکلیف اٹھا کر حاصل ہوتی ہے تو قدر و منزلت رکھتی ہے اور جو چیز آسانی سے اور جلدی حاصل ہو جاتی ہے کچھ زیادہ قدر و منزلت نہیں رکھتی اور اگر کوئی شخص جلد بازی کرے وہ بوالہوس ہے طالب اور صحبت کے قابل نہیں ہے، لوگ کمینی دنیا کے طلب کرتے ہیں کیا کچھ تکلیفیں نہیں اٹھاتے حق جل و علا کی طلب اس (تکلیفیں اٹھانے) کی زیادہ حقدار ہے بزرگوں نے اس طلب میں بہت سی ریاضتیں کی ہیں اور عمریں گذاری ہیں

اوحدی شصت سال سختی دید　　تا شبے روئے نیک بختی دید

بر سر پائے چلہ داشتہ ام　　تخم وحدت بسینہ کاشتہ ام

[اوحدی نے ساٹھ سال تک سختی دیکھی تب کہیں ایک رات نیک بختی کا چہرہ دیکھا۔ میں نے چلہ کو ٹھوکر پر رکھا (یعنی حقیر جانا ہے اور) وحدت کا بیج سینے میں بویا ہے]۔ فنائے قلبی جو کہ ہمارے طریقہ میں بعض طالبوں کو
۲۷۶ سہولت کے ساتھ حاصل ہو جاتی ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کسی کی آنکھیں باندھ دیں اور یکایک منزل پر پہنچا دیں اور کئی سالوں کا راستہ آنکھ جھپکنے میں طے کرا دیں، ہزاروں احوال و مواجید و تلوینات اور تلونہ و غیر متلونہ الوان و انوار کے مشاہدات اور کشوف و واردات جو کہ حقیقی مقصد سے اتنا زیادہ تعلق نہیں رکھتے اس نسیان کی گرد کو بھی نہیں پہنچتے، اور طالبان کے حق میں اس معنی کا حاصل ہونا آسان کام نہ جانیں اور سیر الی اللہ کا دائرہ کہ جس کا اندازہ پچاس ہزار سال کے راستہ کے ساتھ کیا گیا ہے پوری طرح طے کرنے کو آسان نہ جانیں اور تلوینات سے پوری طرح نکلنے اور تمکین کے ساتھ مل جانے کو حقیر امر خیال نہ کریں ہاں یہ معاملہ دوسرے کمالات کی بہ نسبت جو کہ اس کے اوپر ہیں

ایسا ہے جیسا کہ دریائے محیط کے بالمقابل ایک قطرہ ؎

آسماں نسبت بعرش آمد فرود ورنہ بس عالی ست پیشِ خاکِ تود

[آسمان عرش کی بہ نسبت بہت نیچے واقع ہوا ہے ورنہ خاک کے تودہ کے سامنے تو بہت ہی بلند ہے]

حضرت شیخ الشیوخ (شہاب الدین سہروردی) قدس سرہ کتاب عوارف (عوارف المعارف) میں خوارق و کرامات[1] کے ذکر کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ جل شانہ کی عنایات ہیں ایک جماعت کو اس کے ساتھ مشرف کرتے ہیں اور کبھی (ایسا) ہوتا ہے کہ ان سے برتر ایک جماعت ہوتی ہے کہ ان کو ان خوارق و کرامات میں سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ سب خوارق و کرامات ذات تعالیٰ کے ذکر سے حقیر ہیں اور قلب کے ذکر کے ساتھ تجوہر (یعنی ملکہ حضوری حاصل کرنے) کم درجے کے ہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ "ملا عبد اللہ نام ایک دوست ایک ہفتہ میں فنائے قلبی کو پہنچ گیا اور ابتدائے زمانہ سے ایک ماہ کے بعد اس نے اپنے ذکر کے جو احوال ظاہر کئے وہ سب فنائے نفس کے مشابہ ہیں اور اس فنا کی علامات ظاہر ہوتی تھیں۔" میرے مخدوم! یہ نادر اور عجیب و غریب امور میں سے ہے مگر بہت کم لوگوں کو اس تیزی کے ساتھ یہ دونوں دولتیں میسر ہوئی ہوں گی۔ آپ نے لکھا تھا کہ "ملا ادریس بہت بلند احوال رکھتا ہے اور اس کی صحبت اثر کرنے والی ہے استخارے کے بعد لوگوں کی ایک معینہ تعداد (کو ذکر سکھانے) کی اجازت اس کو دے دی گئی ہے۔" میرے مخدوم! جب مشار الیہ (شخص مذکور) اس تعداد کو پورا کرلے تو پہلی تعداد سے دو چند یا اس سے زیادہ کی اس کو اجازت دیدیں اور اسی طرح تعداد بڑھاتے رہیں اور جس وقت اس میں شرعی طریقوں اور صوفیوں کی عادات و اطوار پر استقامت سمجھیں اور فنا و تمکین کا معاملہ مشاہدہ کریں اگر بہتر جانیں تو استخاروں کے بعد سفارت کے طریق پر سنت سنیہ علی مصدرہا الصلوات و التسلیمات پر استقامت کی شرط کے ساتھ مطلق اجازت دیدیں۔ اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ صوفی محمد شریف جو کہ مریدوں میں سے ہے کابل سے آیا ہے اس کی نسبت و حال کو اپنی نسبت و حال سے فائق پایا۔ میرے مخدوم! فقیر نے بھی اس عزیز کے ساتھ ایک مجلس میں مجالست کی تھی اور بہت خوش ہوا تھا لیکن فوقیت رکھنے میں توقف ہے۔ ص ۲۷۷ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اور تمام بھائیوں کو کرامت و ترقی و توفیق میں زیادتی عطا فرمائے۔ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ[2] [اے ہمارے رب! ہمارے لئے ہمارے نور کو پورا فرمادے اور ہمیں بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے]۔

---

[1] عوارف برحاشیہ احیاء ص ۳۲۹ جزء ثانی۔ [2] سورت ۶۶ آیت ۸۔

مکتوب ۱۲۳

مرزا عبید اللہ کے نام بلند ہمتی پر ترغیب اور دوسرے مشاہدات پر اس شہود کی فضیلت کے بارے میں جو کہ احکامِ شرعیہ میں رونما ہوتا ہے تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: برادرِ اعزّ ارشد ارجمند کا مکتوب عزیز میر دوست محمد نے پہنچا کر خوش وقت کیا، اللہ تعالیٰ عافیت اور ترقیات کے ساتھ رکھے۔ آپ نے لکھا تھا "کہ غیر و غیریت کے شہود کی اس حد تک کامل نفی ہو گئی ہے کہ کسی ظلی اور اعتباری مغائرت کو بھی پسند نہیں کرتا بلکہ کوئی دوسرا وجود ثابت کرنا کفر معلوم ہوتا ہے اس کے باوجود بندگی اور عبادت کی رعایت اپنی جگہ پر قائم ہے اور آپ ظاہری شرع کے طریقوں سے حتی الامکان ایک دقیقہ بھی ترک نہیں کرتے ہیں"۔ اللہ تعالیٰ جل سلطانہٗ کا شکر بجا لائیں کہ باطن اس قسم کے حال سے پوری طرح مغلوب ہو اور ظاہر آدابِ شرعیہ پر قائم رہے، حق سبحانہٗ و تعالیٰ دن بدن استقامت کو زیادہ کرے کیونکہ یقینی نجات اس میں ہے اور اس کے ماسوا میں خطرہ ہے ہمت کو بلند رکھیں اور ان احوال کو وصول کے لئے ساز و سامان جانیں ترقی کے زینے تصور کریں اور مطلوب کو وراء الوراء طلب کریں اور شہود و مشاہدہ سے باہر تلاش کریں۔ ایک بزرگ نے پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا عرض کیا یا رسول اللہ! توحید کیا چیز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جو کچھ تیرے دل میں وسوسہ گذرے یا تیرے خیال میں آئے   اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ اس سے ماوراء ہے۔

آپ نے لکھا تھا "حضرت خاتمیت علیہ من الصلوات ادومہا و من التسلیمات اتمہا کی حقیقت کے ساتھ محبت کرنا ایک کامل ترین مقام سے ہے اور احکامِ شرعیہ کے غوامض (باریکیاں) خاص شکلوں میں کیفیت کے بغیر متجلی ہوتے ہیں اور مقصود کے چہرہ کو دوسرے آئینوں سے زیادہ صاف انکشاف بخشتے ہیں"۔ میرے مخدوم! اس شہود کو جو کہ احکامِ شرعیہ کے آئینوں میں ظاہر ہوتا ہے ان شہودات کے ساتھ جو اس عالمِ فانی کے آئینوں میں ظاہر ہوتے ہیں کیا نسبت؟ اس لئے کہ احکامِ شرعیہ کو عالمِ آخرت کے موجودات کے ساتھ مشابہت ہے کیونکہ اس عالم میں ممکن کے وجود کی جانب کو ترجیح دیکر صفات کے حُسن و جمال کا مظہر بنا دیں گے جو کہ ان کے وجود میں ثابت ہیں بخلاف اس عالمِ فانی کی موجودات کے ۲۷۸
کہ ممکن کے عدم کی جانب کو ترجیح دیکر اس حُسن و جمال کا مظہر بنایا گیا ہے جو عدمِ صفات کے احتمال کی جانب میں نمودار ہوا ہے اس لئے کہ صفاتِ واجبی کے لئے کہ ہر دو عالم (عالمِ فانی و عالمِ آخرت) کی موجودات

جن کے مظاہر ہیں جس طرح ان کے وجود کی جانب میں حسن و جمال موجود ہے (اسی طرح) ان کے عدم کے احتمال کی جانب میں بھی حسن و جمال ثابت ہے لیکن جو حُسن کہ عدم میں نمودار ہوتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ حنظل کو شکر کے ساتھ غلاف (SUGAR COATED) کر دیں اور شیریں محسوس کرا دیا اس لئے آخرت کی لذتیں اور نعمتیں سب پسندیدہ، مقبول اور ترقی بخش ہوئیں اور آخرت رضا کا گھر ہوا اور دنیا غضب کا گھر ہوئی اور اس کی فانی نعمتوں میں مشغول ہونا ناپسندیدہ ہوا کیونکہ اس عالم کا حُسن و جمال عدم کے زہر آب کے ساتھ مخلوط ہے، اس معاملہ کی تحقیق ہمارے حضرت عالی قدس سرہٗ کے مکتوبات کی جلد ثالث کے مکتوب ۱۰۳ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے وہاں سے طلب کریں، بلکہ ہم کہتے ہیں کہ احکامِ شرعیہ جو کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی ہیں (یہ سب) خطابِ ازلی ہیں جو کہ صفتِ کلام سے تعلق رکھتے ہیں پس اس جگہ نفسِ اسم کا ظہور عدم کے آئینوں کے بغیر ہوگا اور ان تمام ظہورات کو جو کہ عدم کے آئینوں میں اسماء کے ظلال کے ساتھ وابستہ ہیں اس ظہور سے کیا مساوات اور کونسی نسبت ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "اس وقت میں لوگ طریقہ کے لئے بہت زیادہ مجبور کرتے ہیں الخ" میرے مخدوم! جس جگہ طالب صادق دیکھیں اور استخارہ موافق آجائے اور دل بے تکلف متوجہ ہو جائے تو طریقہ بتا دیں ورنہ مجبوری نہیں ہے لیکن اگر بعض وسوسے اور اندیشے اس کام میں پیش آئیں تو ان سے استغفار ضروری ہے۔ آپ نے ولایتِ کبریٰ کے کمالات اور نبوت کے خصائص اور قدوۃ المحققین ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ بسرہ الاقدس کی ولایت کے خواص میں سے بعض کے بارے میں دریافت کیا تھا میرے مخدوم! ان امور میں سے اکثر حضرتِ عالی (قدس سرہ) کے مکتوبات میں واضح اور مشرح ہیں (اُن کو) مطالعہ فرمائیں، اگر کسی جگہ کوئی پوشیدگی رہ جائے (سمجھ میں نہ آئے) تو دریافت کر لیں، ولایت سہ گانہ کہ ولایتِ صغریٰ، ولایتِ کبریٰ اور ولایتِ علیا ہیں کی تفصیل مکتوباتِ شریفہ جلد اول کے مکتوب ۲۶۱ میں ہے اور حضرتِ عالی (قدس سرہٗ) کی ولایت اور اس کی خصوصیات مکتوبات شریفہ کی جلد ثالث کے مکتوب ۱۰۴ و ۱۰۵ میں مذکور ہے (وہاں) دیکھ لیں اور اچھی طرح غور کریں کیونکہ ہر مکتوب ایک گہرا سمندر ہے (ان) بے پایاں اسرار میں غوطہ لگانا چاہیے تاکہ (ان) چاروں مکتوبات میں سے بیش بہا موتیوں کو نکالے اور (اپنے) مقام سے نہ ہٹے اور دوگانہ شکر بجا لائے۔ البتہ بہت سے ایسے اسرار ہیں جو تحریر کی قید میں نہیں آتے ہیں لیکن وہ تحریر میں پوری طرح ادا نہیں ہو سکتے (بلکہ صحبت پر موقوف ہیں)

آسودہ شبے باید و خوش مہتابے تا با تو حکایت کنم از ہر بابے

[ایک فرصت کی رات اور اچھی چاندنی ہونی چاہیے تاکہ تجھ سے ہر چیز کے بارے میں بیان کروں] السلام اولاً و صاحبزادگان و متعلقین اطمینان و سکون کے ساتھ رہیں۔

۲۷۹

مکتوب ۱۲۴

مولانا محمد صدیق کے نام عوام و خواص اخص الخواص کے ایمان کے درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ مراتب شہود کو جو کہ ظلال کے ساتھ وابستہ ہیں طے کرا کر غیب الغیب کے ساتھ جو کہ وصل کے ساتھ تعلق رکھتا ہے ایمان نصیب کرے اور اس وصل سے جو کہ پانی معلوم ہونے والے سراب کی مانند ہے رہائی دے کر کام کی حقیقت تک پہنچائے، ایمان بالغیب یا عوام کو نصیب ہے یا اخص الخواص کا حصہ ہے کہ جنھوں نے کمالاتِ نبوت سے کچھ حصہ پایا ہے اور وہ نہایت النہایت سے بقدر استعداد آگاہ ہیں، خواص و متوسطین شہود کی لذت کے ساتھ خوش ہیں اور وصال کے خیال کے ساتھ مطمئن ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

بوقتِ صبح شود ہمچو روز معلومت　　　که باکہ باختہ عشق در شبِ دیجور

[صبح کے وقت تجھ کو دن کی طرح معلوم ہو جائے گا کہ تونے اندھیری رات میں کس کس کے ساتھ عشق بازی کی؟] جو وسوسہ تیرے دل میں آئے اور جو کچھ تیرے خیال میں گذرے پس اللہ تعالیٰ اس کے خلاف (ماوراء) ہے۔ عوام کا ایمان بالغیب ظلمانی و نورانی پردوں کے پیچھے سے ہے اور خواص اگرچہ ظلمانی پردوں سے پوری طرح رہائی حاصل کر چکے ہیں لیکن نورانی پردوں سے پوری طرح نہیں نکلے اور ان میں پھنسے ہوئے ہیں اور ان کے شہود کو مطلوب کا شہود تصور کر لیا ہے اور جو عشق بازیاں کہ صرف مطلوب سے کرنی چاہئیں اُن کے ساتھ کرنے لگے ہیں اور اخص الخواص کا ایمان بالغیب نورانی و ظلمانی پردوں سے گذرنے کے بعد ہے، یہ بزرگوار دوسرے گروہ کے شہود کو پسِ پشت ڈال کر ذاتِ وراء الوراء کے گرفتار ہیں، انھوں نے یقین کیا ہے کہ اس عالم میں اس مقدس مرتبہ سے یقین کے سوا اور کچھ نصیب نہیں ہے کیونکہ رویت (دیدارِ باری تعالیٰ) کا وعدہ آخرت میں کیا گیا ہے، اگرچہ وہ کسی قسم کا پردہ حائل نہیں رکھتے لیکن بصر و بصیرت (ظاہری و باطنی نظر) کا ضعف شہود کے ادراک سے مانع ہے، ان دونوں ایمانوں اور دونوں غیبوں کے درمیان بہت فرق ہے: رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ[1] [اے ہمارے رب! ہمارے لئے ہمارے نور کو پورا فرما دے اور ہمیں بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے]۔

---

[1] سورت ۶۶ آیت ۸

مکتوب ١٢٥

مولانا حسن علی کے نام وعظ ونصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ -
يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿ [قبل اس کے کہ ایسا دن آپہنچے جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لوٹانے والا ٤٢/٤٧
نہیں ہے تم اپنے رب کا حکم مانو، اس روز نہ تمہارے لئے کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ تمہارے لئے کوئی (اللہ سے)
روک ٹوک کرنے والا ہوگا] پس صوفی کی شان رب الارباب (اللہ تعالیٰ) کی طرف شوق کرتے ہوئے
اس کے احکام ماننے کی طرف جلدی کرنا اور پسندیدہ کاموں اور درجات کو طلب کرتے ہوئے
نیکیوں اور عبادات کی طرف سبقت کرنا ہے۔ سَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا
السَّمٰوٰتُ ﴿ [تم اپنے رب کی بخشش اور جنت کی طرف جس کا عرض تمام آسمان ہیں جلدی کرو] پس اس کی ٣/١٣٣
عظمت وکبریائی کے میدان میں عارفین کے قلوب سرگشتہ ہیں اور اس کی ملاقات کے شوق میں محبین کے
جگر جل رہے ہیں پس اس شخص پر افسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی اور اس شخص پر حسرت ہے
جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام (کے معاملہ) میں حد سے تجاوز کیا، تو اس چیز کی تعمیر میں مشغول نہ ہو جس کی تخریب
(بربادی) کا تجھ کو حکم دیا گیا ہے اور تو اپنے باطن کی تعمیر اور اس کی پاکیزگی میں کوشش کر اور تو کسی چیز
کی طرف نظر نہ کر مگر اس وقت جبکہ تو اللہ سبحانہ کو اس کے قبل اور اس کے بعد دیکھے اور کسی کے ساتھ
صحبت اختیار نہ کر مگر اس وقت جبکہ تو اللہ تعالیٰ کو اس کے ساتھ دیکھے اور تو جان لے کہ بیشک
وہ عزشانہ شکستہ وغمگین، بکثرت گریہ وزاری کرنے والے، محبت کی آگ میں جلنے والے، غفلت والی
فکر سے خالی، دار الغرور (دنیا) سے کنارہ کش اور دار القرار (آخرت) کے لئے تیار رہنے والے دل کے
ساتھ ہے خبردار! مالداروں اور ظالموں کی ظاہری آرائش کی طرف مائل نہ ہوں۔ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ
مِّنْ لِّقَاۗءِ رَبِّهِمْ ۭ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿ [آگاہ رہ کہ بلاشبہ یہ لوگ اپنے رب سے ملنے کے بارے میں شک وشبہ ٤١/٥٤
میں ہیں آگاہ رہ کہ بیشک وہ (اللہ تعالیٰ) ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے ہے] والسلام

مکتوب ١٢٦

شاہ خواجہ ترمذی کے نام آیتِ کریمہ اِسۡتَجِیۡبُوۡا لِرَبِّکُمۡ الآیۃ میں ذکر کی ہوئی استجابت کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ بیشک تمام کمالات شریعتِ غرا میں مندرج ہیں۔

اِسۡتَجِیۡبُوۡا لِرَبِّکُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَ یَوۡمٌ لَّا مَرَدَّ لَہٗ مِنَ اللّٰہِ ؕ مَا لَکُمۡ مِّنۡ مَّلۡجَاٍ یَّوۡمَئِذٍ وَّ مَا لَکُمۡ مِّنۡ نَّکِیۡرٍ ۴۲/۴۷ (قبل اس کے کہ ایسا دن آپہنچے جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لوٹانے والا نہیں ہے، تم اپنے رب کا حکم مانو، اس روز تمہارے لئے کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ تمہارے لئے کوئی (اللہ کو) روک ٹوک کرنے والا ہوگا) ظاہری استجابت (ماننا) احکام شریعت کے ساتھ آراستہ ہونا اور سنن مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے ساتھ جو کہ ظاہر کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں زینت حاصل کرنا ہے اور باطنی استجابت حق تعالیٰ وتقدس کے ماسوا سے انقطاع و بے تعلقی پیدا کرنا اور اللہ تعالیٰ کے اُن اسرار و معارف کے ساتھ جن کا تعلق باطن سے ہے آراستگی حاصل کرنا ہے۔ پہلی بات (ظاہری استجابت) شریعت کی صورت ہے اور دوسری بات (باطنی استجابت) شریعت کی حقیقت ہے پس ظاہری و باطنی کمالات شریعتِ حقہ کے دائرے میں داخل ہیں، لہٰذا شریعت کی صورت اصل ہے اور اس کی حقیقت اس پر مرتب ہونے والا پھل ہے پس یہ (شریعت) کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصۡلُہَا ثَابِتٌ وَّ فَرۡعُہَا فِی السَّمَآءِ ۱۴/۲۴ (اس پاکیزہ درخت کی مانند ہے جس کی اصل (جڑ) ثابت (قائم و مضبوط) ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں) پس اصل (جڑ) کی قوت کے مطابق پھل اور شاخیں اکثر و اعلیٰ ہونگی پس کمالِ وصول کی علامت کمالِ تقویٰ و کمال اتباعِ شریعتِ غرا، دار الغرور (دنیا) سے کنارہ کشی اور دار القرار (آخرت) کے لئے تیار رہنا ہے ۳۸۱ اور نبی مختارؐ اور آپ کی آل ابرار اور تمام انبیاء کرام و ملائکہ عظام اور تمام صالحین پر صلوٰۃ وسلام ہو جب تک رات اندھیری اور دن روشن ہوتا رہے (یعنی ہمیشہ ہو) آمین۔

مکتوب ۱۲۷

افادت دستگاہ شیخ مبرک شاہ کے نام ممکن کی حقیقت اور فنائے حقیقی کی وضاحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نبی کریم اور آپ کی آلِ امجاد علیہ وعلیہم الصلوات والبرکات الیٰ یوم التناد کے طفیل (آپ کی) ذاتِ بابرکات کو (اپنے) قرب کے مدارج میں جذبات و عنایات کے ساتھ ترقیات عطا فرمائے۔ (یہ فقیر) نہیں جانتا کہ اس عالی جناب (آپ) کی خدمت میں کیا لکھے، ممکن بیچارہ کہ جس کو مطلوب حقیقی کی

استہلاک و اضمحلال (فنا و نیستی) کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہے اس کے کمال سے کیا حاصل کرے اور اس کے حُسن و جمال کا کس طرح پتہ لگائے کیونکہ اس کی ذات عدم ہے کہ جس نے کمالاتِ وجودی کے انعکاس کے واسطے سے نمودِ بے بود پیدا کرلی ہے اور اس نمودِ بے بود کے ساتھ اپنے آپ کو کامل و خیر خیال کرلیا ہے اور اس بے بنیاد نمود پر طویل بنیاد رکھی ہے اور جب (اللہ تعالیٰ کی) عنایت سبقت کرتی ہے اور اصل کا کمال پرتو ڈالتا ہے اور معاملہ کی حقیقت ظاہر ہوجاتی ہے تو انعکاسی کمالات اصل کی طرف لوٹ جاتے ہیں اور امانت اہلِ امانت کی ہوجاتی ہے، عارف صحرائے عدم کی طرف رُخ کرلیتا اور اپنی ہستی سے جدا ہوجاتا ہے اس وقت وہ فنائے حقیقی سے مشرف ہوجاتا ہے۔ اور ممکن اگر اپنی طرف خیر و کمال کی نسبت کرے تو خائن ہوگا اور اصل کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ ظاہر کرے گا، کمال اس کے حق میں اپنے آپ سے کمال کی نفی کرنا ہے اور اچھا ہونا (اس کے حق میں) اچھا ہونے کی نفی کرنے میں ہے یہ دید اور یہ انخلاع (اپنی ہستی سے جُدا ہونا) اس محبت کی زیادتی کا اثر ہے جو اس نے اصل کے ساتھ پیدا کی ہے کیونکہ کمالِ محبت کا مقتضا مُحِب کا فنا ہوجانا اور محبوب کو باقی رکھنا ہے ؎

عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

[عشق وہ شعلہ ہے کہ جب وہ جل اُٹھا تو معشوق کے سوا جو کچھ باقی ہے اُس نے سب کو جلا دیا] اور اصل کا ظہور جسقدر زیادہ ہوگا اس شرکت سوز محبت کا غلبہ بھی اسی قدر زیادہ ہوگا اور محویت و فنائیت بھی اسی قدر زیادہ ہوگی ؎

آنرا کہ بحسن دیدہ تیز است ایں عشق بلائے خانہ خیز است

[جس شخص کی آنکھ حُسن کے لئے تیز ہے اس کے لئے یہ عشق خانہ خیز آفت ہے]۔ حضرت حق سبحانہ نبی اُمّی علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والبرکات العلی کے طفیل کہ جن کی آنکھ نے کجی نہیں کی اور حد سے تجاوز نہیں کیا ہم فرقت زدوں کو اُن معانی کے ساتھ کچھ ایمان نصیب فرمائے اور اس سر چشمہ سے کچھ مشروب عطا کرے۔

۲۸۲

مکتوب ۱۲۸

حافظ عبدالغفور کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مواجید کا طالب ماسوٰی کا طالب ہے۔

میرے مخدوم! چونکہ آپ شکستہ (دل) فقرا کے ساتھ اللہ عزّ و جلّ کے لئے محبت رکھتے ہیں امید ہے کہ نتیجہ بخش ہوگی اور کام میں کشادگی پیدا کرے گی۔ احوال کی تلوینات (رنگا رنگیاں) جو بعض طالبین کو

فنا و بقا کے درجے تک پہنچنے سے پہلے اثنائے راہ میں حاصل ہوتی ہیں مقاصد میں سے نہیں ہیں اور وہ حق تعالیٰ کا غیر ہیں، طالبِ حق جل وعلا کو اس سبحانہٗ وتعالیٰ کے ماسوا سے روگردانی ضروری ہے تاکہ توجہ کا قبلہ منتشر نہ ہو جائے، پس احوال و مواجید کا طالب ماسوا کا گرفتار ہے بیشک البتہ فنا و بقا مقاصد میں سے ہے اس کے حاصل کرنے میں کوشش کرنا اور اسی طرح اس کی طلب کرنا اہم کاموں میں سے ہے کیونکہ ولایت اُس کے ساتھ وابستہ ہے اور حق سبحانہٗ کی معرفت جو کہ انسان کے پیدا کرنے سے مقصود ہے اس پر موقوف ہے دیگر جس قسم کا ولولۂ شوق اور شعلۂ عشق کہ مجاز میں پیش آتا ہے وہ حقیقت میں درکار نہیں ہے اس لئے کہ وہ (حقیقی) عشق و محبت چونکہ اس بے کیف و بیچون (بے مثل) کے ساتھ ہے (اس لئے) بیچونی (بے مثل ہونے) کا کچھ حصہ رکھتا ہے اسی لئے اس کو بعض بزرگوں نے ارادۂ طاعت سے تعبیر کیا ہے کبھی (ایسا) ہوتا ہے کہ وہ محبت چون کے لباس میں ظاہر ہوتی ہے اور نعرہ و زاری ظاہر کرتی ہے اور کبھی (ایسا) ہوتا ہے کہ اس طریق پر ظاہر نہیں ہوتی اور اپنی بے کیفی کی حقیقت پر رہتی ہے بلکہ جائز ہے کہ بعض اوقات اس محبت کی نفی کرے اور (حالانکہ) حقیقت میں محبت کمال پر ہو، کیا تو نہیں دیکھتا کہ عالمِ مجاز میں کسی شخص کو کوئی چیز اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہیں ہے کیونکہ مال اور بیوی بچوں میں سے جس چیز کو بھی وہ دوست رکھتا ہے اپنے لئے دوست رکھتا ہے اور اپنی محبت میں کوئی نعرہ و شوق درمیان میں نہیں ہے اور یہ جو ہم نے (اوپر) "عالمِ مجاز میں" کہا ہے یہ اس لئے (کہا) ہے کہ عالمِ حقیقت میں محبوبِ حقیقی اپنی ذات سے بھی زیادہ محبوب ہے اسی لئے فنا اس محبت کا اثر ہوئی۔ مصرع "گر ایں سودا بجان بودے چہ بودے" [اگر یہ سودا جان کے ساتھ ہوتا تو کیا ہوتا] اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی محبت بھی اسی قسم سے ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے: لن یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسہ واھلہ والناس اجمعین [تم میں سے کوئی شخص اسوقت تک ہرگز مؤمن (کامل) نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان، اس کے اہل و عیال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں] اور شیخِ طریقت چونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قائم مقام اور اللہ تعالیٰ کے فیوض کے پہنچنے کا ذریعہ (ہوتا) ہے (اس لئے) اس کی محبت بھی اسی طریقے پر ہونی چاہیے، والسلام

۲۸۳

مکتوب ۱۲۹

مولانا محمد صدیق کے نام اس واقعۂ عالی کی تعبیر میں تحریر فرمایا جو انھوں نے لکھا تھا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی: مدت ہوئی کہ اس برادرِ دینی کی طرف سے کوئی خط موصول نہیں ہوا، دل منتظر ہے، ہر حال میں جمعیت کے ساتھ رہیں اور انسانی کمال کو پہنچیں اور دور افتادہ دوستوں کو سلامتیٔ خاتمہ کی دعا سے فراموش نہ کریں، اس سے کافی عرصہ پہلے آپ نے لکھا تھا کہ "خواب میں دیکھتا ہے کہ ٹیڑھی دیوار کے اوپر جو نہایت بلند اور باریک ہے چڑھا ہے اور ڈرتے اور کانپتے ہوئے نہایت خوف کے ساتھ اس دیوار کے اوپر عبور کیا ہے اور اس دیوار کی ایک گز یا دو گز (جگہ) رہ گئی تھی کہ دیوار کی پشت سے گر پڑا اور پھر مضبوط ہو کر اور کمر اچھی طرح باندھ کر سینکڑوں مشقت کے ساتھ اپنے آپ کو دیوار کے اوپر کیا اور جب دیوار کی پشت پر نگاہ کی تو دیکھا کہ چند سطر جلی قسم کے ساتھ اس دیوار کے اوپر لکھی ہوئی ہیں "ھذا جدار العشق وسیف المحبۃ" [یہ عشق کی دیوار اور محبت کی تلوار ہے] ان کلمات کو دیکھتے ہی فقیر کے اندر سے نعرہ بلند ہوا اور اپنے آپ کو ہوا میں معلق پایا اسی اثنا میں افاقہ حاصل ہو گیا الخ"

میرے مخدوم! ہو سکتا ہے کہ یہ دیوار عینِ ثابتہ کی تمثیل ہو کہ اصل ولایت اس کے وصول کے ساتھ وابستہ ہے اور اس تک وصول تعینِ امکانی سے سالک کی فنا اور حق تعالیٰ کی طرف سے عطا کئے ہوئے وجود کے ساتھ اس کی بقا کا سبب ہے اس لئے وہ سیفِ محبت ہوگی اور چونکہ عینِ ثابتہ کا یہ تعین اطلاق (ذاتِ مطلق) کے چہرے پر ایک پردہ ہے اس لئے عشق کی دیوار اور معشوق کا پردہ ہوگی کیونکہ عشق بمعنی معشوق ہے اور (یہ بھی) جائز ہے کہ عشق بمعنی عاشق ہو اور جدار کی اضافت عشق کی طرف اضافتِ بیانیہ ہو اور اس مرتبہ پر عاشق کا اطلاق اس مرتبہ کے ساتھ عاشق کے بقا و تحقق کے اعتبار سے ہو اور یہ تعین اگرچہ وجودِ موہوب کے ساتھ حاصل ہوا ہے لیکن جزو ہونے کے وجہ سے نہیں نکلا ہے اور اطلاق سے نیچے کے درجے میں ہے اور عاشق جس مرتبہ میں بھی ہو معشوق کا حجاب ہے۔ انت الغمامۃ علی شمسک فاعرف حقیقتک [تو اپنے سورج پر ایک بادل ہے پس تو اپنی حقیقت کو پہچان لے] اور اس کے اوپر چڑھنا اس تعین کے حجاب کے رفع ہونے اور مرتبۂ اطلاق کے شہود سے کنایہ ہے اور ہوا میں (معلق) ہو جانا تو اس تعین سے بالکل گذر جانے اور اس کے اوپر سیر کرنے سے کنایہ ہے یا نزول مراد ہے جس کو سیر عن اللہ باللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے جو کہ سیر فی اللہ کے بعد حاصل ہوتی ہے اور یہ تعبیر اس سے زیادہ مناسب ہے کہ اس دیوار کو تعینِ امکانی کے ساتھ تعبیر کیا جائے اور اس واقعہ کی ایک اور بہت اعلیٰ تعبیر ہے جو کہ منجملہ قدوۃ المحققین ہمارے حضرتِ عالی قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرہ الاقدس کے اسرار میں سے ہے وہ معنی سردست آپ کے حوصلے کے لائق معلوم نہیں ہوتے اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْئًا وَّسِعَ رَبِّیْ کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا

[مگر یہ کہ میرا رب کوئی چیز چاہے، میرا رب علم کے اعتبار سے ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے] چونکہ آپ کی محبت اس نسبت والوں کے ساتھ ایک طرح سے درست ہے (اس لئے) امیدوار رہیں فان المرء مع من احب [پس بیشک آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] آپ اجمالی محبت رکھتے ہیں اور تفصیل کا شوق نہیں رکھتے اس کی بھی قدر کریں اور غنیمت جانیں اور زیادتی کے طالب رہیں وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا [اور آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے رب میرا علم زیادہ فرما]۔

فریادِ حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست ۔۔۔ ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست

[حافظ کی یہ فریاد آخر فضول تو نہیں ہے یہ تو نادر قصہ اور عجیب بات ہے] والسلام علیکم و علی من لدیکم۔

مکتوب ۱۳۰

خواجہ محمد حکیم ولد قاضی اسلم کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ تمام کمالات سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کے اتباع میں منحصر ہیں اور اس بات کے بیان میں کہ مرشد کے باطن سے فیض حاصل کرنا مرید کی محبت کے اندازے کے مطابق ہے۔

حمد و صلوۃ و تبلیغ دعوات کے بعد شفقت شعار کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اس حدود کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں اور اللہ سبحانہ سے آپ کی سلامتی اور شریعت پسندیدہ و سنت منورہ مصطفویہ علی مصدرہا الصلوۃ والسلام والتحیۃ کے راستہ پر آپ کی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے پس بیشک ظاہری و باطنی کمالات شریعت منورہ کے دائرے میں مندرج اور خاتم الانبیاء علیہ و علیہم الصلوات والبرکات العلی کے اتباع میں منحصر ہیں پس جذبہ و سلوک (کی) آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آثار سے امید رکھی جاتی ہے اور فنا و بقا (دونوں) آنحضرتؐ کے طریقوں (سنتوں) میں موجود ہیں اور تینوں ولایتیں یعنی صغریٰ و کبریٰ و علیا آپ کے سمندروں کے قطرے ہیں اور نبوت و رسالت (دونوں) آنحضرتؐ کے انوار سے ماخوذ ہیں اور مقطعات قرآنیہ آنحضرتؐ کے اسرار کے رموز ہیں صلی اللہ علیہ و علی آلہ و انصارہ وسلم

گرامی نامہ نے جو کہ آپ نے اس دور افتادہ ناکارہ کے نام موسوم فرمایا تھا پہنچ کر مسرور کیا، امید ہے کہ آپ اس طریقہ کی نگہداشت رکھیں گے باطنی تعلق کے سلسلہ کو جاری رکھیں گے جو کہ دعا اور غائبانہ توجہ کا سبب ہے اور اس بات کی کوشش کرتے رہیں گے کہ یہ سلسلہ اور زیادہ قوی ہو جائے اور کمال کو پہنچ جائے ص ۲۸۵
کیونکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ فیض پہنچانے والے کے باطن سے برکات جاری ہونا اس تعلق کے مطابق ہے

طالب کا باطن ان انوار سے جسقدر زیادہ روشن ہوگا فیض پہنچانے والے کے باطن سے صورتِ فیضیہ کا ظہور اسی قدر زیادہ کامل ہوگا۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ مصرع

بقدرِ آئینہ حُسنِ تو می نماید روے [تیرا حُسن بقدرِ آئینہ رونما ہوتا ہے]

دوستوں سے سلامتیٔ خاتمہ کی دعا کی امید کی گئی ہے۔ والسلام

مکتوب ۱۳۱

حافظ محمد شریف کے نام فنائے قلب و نفس حاصل کرنے کی نصیحت و ترغیب کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ کلام مجید کے حافظ کے خدام اس دعا فنادہ (کی طرف) سے دعائیں پڑھیں اور دعائے خیر سے فراموش نہ کریں اور اوقات کی تعمیر میں کوشش کریں اور ظاہر و باطن میں ورع و تقویٰ (پرہیزگاری) کے ساتھ رہیں اور قبر و قیامت کو نصب العین بنائیں اور ذکر و حضور و مراقبہ پر اتنی ہمیشگی کریں کہ حضور کے یہ معنی دل کی صفت راسخہ (ملکہ) بن جائے اور یاد کرنے کے تکلف سے نجات حاصل ہو جائے جیسا کہ سننا قوت سامعہ کی صفت اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت ہے اور چونکہ وہ بارگاہِ مقدس (اللہ تعالیٰ عزاسمہ خالص دین چاہتی ہے اور شرکت کے ساتھ راضی نہیں ہے (اس لئے) کوشش کریں کہ مذکور (اللہ تعالیٰ) کے ماسوا (ہر چیز) میدانِ قلب سے سامان باندھ لے (رخصت ہو جائے) اور ماسوائے اس کا علمی و حبّی تعلق اس حد تک ختم ہو جائے کہ اس نسیان کے واسطے سے جو اس کے دل کو ماسوائے حاصل ہوا ہے اگر تکلف کے ساتھ بھی ماسوا کو یاد کرے تو میسر نہ ہو، اس وقت سالک فنائے قلبی کو پہنچ جاتا ہے اس کے بعد اگر محض فضل سے نفس حاضر (ذاتِ سالک) بھی درمیان سے سامان باندھ لے اور کوچ کا نقارہ بجائے اور ذکر و توجہ و حضور از خود نابود ہو جائے تو فنائے نفس سے مشرف ہو جاتا ہے لو قربِ معرفت کی قابلیت پیدا کر لیتا ہے۔

دادیم تُرا زِ گنجِ مقصود نشان گر ما نہ رسیدیم تو شاید برسی

[ہم نے تجھ کو مقصود کے خزانے کی نشاندہی کر دی۔ اگر ہم نہ پہنچے تو شاید تو ہی پہنچ جائے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۳۲

یہ بھی حافظ محمد شریف کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

جناب برادرم حافظ محمد شریف اوقات کی حفاظت اور نسبتِ باطن کے شرف سے مشرف ہو کر ۲۸۶
اس کی کیفیت کے زیادہ کرنے میں کوشاں رہیں، آپ نے ذکرِ قلبی کے دوام کے بارے میں لکھا تھا مبارک ہے کوشش کریں کہ ذکر سے مذکور تک پہنچ جائیں اور دال (رہنمائی کرنے والا) سے مدلول (جس کی طرف رہنمائی کی جائے) تک آجائیں اور صورت سے حقیقت کے ساتھ ہو جائیں اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہو جائیں کسی نے خوب کہا ہے ؎

قومے ز وجودِ خویش فانی   رفتہ ز حروف در معانی

(ایک قوم اپنے وجود سے فانی ہے وہ حروف سے معانی کے اندر چلی گئی ہے) اس پر مزید (لکھنے) کی گنجائش وقت میں نہیں ہے ؎

آسودہ شبے باید و خوش مہتابے   تا با تو حکایت کنم از ہر بابے

(ایک فرصت کی رات اور اچھی چاندنی ہونی چاہیے تاکہ میں تجھ سے ہر چیز کے بارے میں بیان کروں) والسلام والاکرام۔

مکتوب ۱۳۳

مولانا محمد صدیق کے نام اُن کے مکتوب کے جواب میں جو کہ حالات و سوالات پر مشتمل تھا تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے، مکتوب مرغوب پہنچا، آپ نے لکھا تھا کہ "ابتدائے حال میں اپنے آپ کو محبت کے غلبات میں اہلِ شغل کی جماعت سے ممتاز پاتا تھا، اب اپنے آپ کو ایک طرح سے خالی اور نکما خیال کرتا ہے کہ تمام مخلوقات سے کمتر شمار کرتا ہے اور اپنے اندر کسی قسم کی قبولیت کی بُو نہیں سمجھتا اور اپنے شغل و اذکار و مراقبہ کو ناچیز سمجھتا ہے الخ" امید ہے کہ اس سے زیادہ خراب و خالی ہو جائیں گے اور عدمِ محض کے ساتھ مل جائیں گے اور ہر وقت فقرِ ذاتی منظور ہوگا اور امانت اہلِ امانت کے سپرد اور عدم دوسرے عدم کے ساتھ ہو جائے گا، اوقات کی تعمیر اور عبادات و ریاضات کے وظائف کی پابندی جس قدر ہو سکے غنیمت و محمود ہے اور ترقی بخشنے والی اور باطن کو نورانی کرنے والی ہے اگرچہ اس کا اثر بظاہر بہت کم محسوس ہو اور اس کا ذوق و لذت فی الحال ادراک میں نہ آئے۔

آپ نے الہام اور نیک امور کا خیال دل میں آنے کے درمیان فرق دریافت کیا تھا۔ آپ جان لیں کہ الہام بھی دل میں آنے والے خیالات میں سے ہی ہے لیکن ان دونوں میں جس چیز سے امتیاز کیا جا سکتا ہے وہ الہام کی ہوئی چیز کے ساتھ یقین یا غلبۂ ظن کا حاصل ہونا اور اس کے ساتھ باطن کا انشراح ہے اور نیز صاحبِ الہام سمجھتا ہے کہ کس جگہ سے القا (ہوا) ہے اور دل میں آنے والے خیال کا منشا (جائے پیدائش)

اس شخص کا نفس ہے اور بس۔ اور آپ نے فنائے روح و سری و خفی و اخفی کی علامات اور ان میں سے ہر ایک کے مابہ الامتیاز کے بارے میں دریافت کیا تھا۔ میرے مخدوم سر دست وقت اس تفصیل کی یاوری نہیں کرتا کیونکہ (وقت) گنجایش نہیں رکھتا اور قاصد روانہ ہو رہا ہے اگر کسی دوسرے وقت کچھ
۲۸۰ معلوم ہوا اور توفیق پائی تو انشاء اللہ تعالیٰ لکھے گا، اتنا ہے کہ نفس کا کامل طور پر فنا ہونا ان لطائف کی فنا کو شامل ہے کیونکہ فنا سے پہلے بھی اور فنا کے بعد بھی ان لطائف عشرہ کا رئیس وہی ہے خیارکم فی الجاھلیۃ خیارکم فی الاسلام اذا فقھوا [تم میں سے جو لوگ جاہلیت میں بہتر ہیں وہ اسلام میں (آنے کے بعد) بھی بہتر ہیں گے جبکہ وہ سمجھ حاصل کرلیں] اگر آپ اس مکتوب میں غور کریں جس میں طریقہ کا بیان ہے تو امید ہے کہ آپ ان لطائف میں سے ہر ایک کی فنا کو الگ الگ سمجھ لیں گے۔ میرے مخدوم! دین اور طریقہ میں نئے پیدا شدہ امور سے بچنا ضروری ہے، طریقہ میں کوئی ایسی نئی بات لوگ پیدا کریں جو کہ بزرگوں میں نہیں تھی وہ اس بدعت کی مانند ہے جو مکمل دین میں نئی پیدا کی جائے، طریقہ کی برکتیں اس وقت تک جاری رہتی ہیں جب تک لوگوں نے اس طریقہ کو نئے پیدا کئے ہوئے امور سے آلودہ نہ کیا ہو۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ (اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ لوگ اپنے آپ کو نہ بدلیں) علم شرط ہے۔

مکتوب ۱۳۴

مولانا حسن علی کے نام اس طریقۂ عالیہ کے بزرگوں کی تعریف میں اور ان کے اسرارِ عالیہ کے اشارات کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: حضرت حق سبحانہٗ شریعتِ منورہ اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کی سنت کے طریقہ پر قائم و دائم رکھے۔ میرے مخدوم! ہمارے بزرگوں نے سنت پر عمل کرنا اختیار کیا اور بدعت سے پرہیز فرمایا ہے جو امور کہ دین میں نئے پیدا ہوگئے ہیں اگرچہ وہ بظاہر باطن کے لئے فائدہ مند معلوم ہوں ان پر عمل نہیں کرتے اور اتباعِ سنت کو اگرچہ وہ بظاہر حقیقت میں فائدہ مند معلوم نہ ہو ترک نہیں کرتے اسی لئے ان (بزرگوں) کا طریقہ بلند ہوا اور ان کے وصول کا پیش طاق (چھجہ) اونچا ہوگیا ان بزرگوں کی بدایت (ابتدا) نہایت (انتہا) آمیز ہوگئی اور انھوں نے کام کی حقیقت سے آگاہی حاصل کرلی اور ظلال سے گذر کر اصل کے ساتھ مل گئے اور انبیائے کرام

علیہم الصلوات والتحیات والبرکات والتسلیمات کے مخصوص کمالات سے کامل حصہ پالیا اور فیصلہ کر دیا کہ نبوت ولایت سے افضل ہے اگرچہ اُس نبی ہی کی ولایت ہو اور جو فیصلہ کہ اس کے برخلاف ہوا ہے انہوں نے اس کو سُکرِ وقت پر محمول کیا ہے اگر ان اکابر کے معاملہ کی حقیقت سے ذرہ بھر بھی بیان کرے تو قریب ہے کہ نزدیک کے لوگ دوری تلاش کریں اور واصلین ہجر (جدائی) کے راستہ پر دوڑیں، سننے والا ہوش سے جاتا رہے اور کلام کرنے والے کو طاقت نہ رہے ؎

فریادِ حافظا ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست ہم قصۂ غریب و حدیثِ عجیب ہست

[حافظ کی یہ سب فریاد آخر فضول تو نہیں ہے یہ تو نادر قصہ اور عجیب بات ہے] قرآن مجید کی آیاتِ متشابہات
اس کا ایک رمز ہیں اور فرقانِ حمید کے مقطعات اس کا ایک اشارہ ہیں، یہ دولت اصالت کے طور پر ۲۸۸
(یعنی بلا واسطہ) انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کو حاصل ہے اور کامل وارثوں کو بھی ان بزرگواروں (انبیاء علیہم السلام) کے اتباع کی وجہ سے وراثت کے طور پر حاصل ہے اگرچہ قلیل و نادر درجے میں ہو، پس آپ پر خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والبرکات کا اتباع لازم ہے تاکہ آپ اُن کے برکات کو حاصل کریں اور ان کے اذواق (مزوں) کو چکھیں اور ان کی شفاعت کے ساتھ قیامت کی ہلاکت گاہوں سے نجات پائیں۔ والسلام علیکم وعلی من لدیکم [آپ پر اور آپ کے پاس والوں پر سلام ہو]۔

مکتوب ۱۳۵

یہ بھی مولانا حسن علی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ منصب قضا سے عہدہ برآ ہونا بہت ہی مشکل ہے۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد برادرِ عزیز مولانا حسن علی، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے حال کو نیک کرے اور اس کی امیدیں پوری فرمائے، کو عرض کرتا ہے کہ اس حدود کے فقراء کے احوال حمد کے لائق ہیں، اُس بھائی (آپ) کا خط پہنچا، اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن کی جمعیت (اطمینان) کے ساتھ رکھے اور ما سوا کی دید و دانش سے رہائی دے اور آفاق و انفس سے ترقی بخشے۔ اور آپ نے قاضی محمد رفیع کے بارے میں جو لکھا تھا، میرے مخدوم! یہ معاملہ اگرچہ صحبت سے تعلق رکھتا ہے لیکن مشارٌ الیہ (شخص مذکور) کے شوق کو دیکھ کر طریقہ لکھتا ہے حق سبحانہ فائدہ مند بنائے، منصبِ قضا سے عہدہ برآ ہونا بہت ہی مشکل ہے قاضی کو شرع کا پابند ہونا چاہیے تاکہ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس (قدر) علم و تقوی کے باوجود اس منصب کو قبول نہیں فرمایا۔ ڈرتے اور کانپتے رہنا چاہیے اور ہمیشہ

آہ وزاری کے ساتھ اس منصب سے رہائی کی دعا کرنی چاہیے، لقمہ میں احتیاط اس راستہ کی شرط ہے، یعنی حُسن ادا کے ساتھ مشارٌ الیہ (قاضی محمد رفیع) کو بیان کردیں۔ والسلام علیکم۔

مکتوب ۱۳۶

ملا نعمت اللہ کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

برادر عزیز مولانا نعمت اللہ! اللہ تعالیٰ جل شانہ کے انعامات کے ساتھ ممتاز رہیں، آپ کا خط پہنچا، اوقات کی تعمیر میں پوری پوری کوشش کرتے رہیں اور مخلوقات کے ساتھ میل جول بقدر ضرورت کریں اور شب بیداری کو غنیمت جانیں اور اپنے کردار پر گریہ وزاری کرتے رہیں اور اس دور افتادہ کو دعا کے ساتھ یاد کریں، والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ (جس شخص نے ہدایت کی پیروی کی اس پر سلام ہو)۔

مکتوب ۱۳۷

۳۸۹

میرزا عبید اللہ کے نام اجمالی طور پر دقیق اسرار کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغِ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ (جملہ) احوال قابلِ شکر ہیں۔ اور اُس ذات (اللہ) سبحانہٗ سے آپ کی عافیت و استقامت اور قرب کے مدارج میں ترقیٔ درجات اور ولایاتِ ثلاثہ کے مراتب تک پھر اُن سے علوم ولاثت تک پہنچنے اور مرتبۂ نبوت کے کمالات سے حصہ پانے پھر ان سے خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم وعلیٰ آل کل الصلوات والبرکات کے مقام تک اطلاع پانے کے لئے دعا کی گئی ہے تاکہ نفس کامل درجہ کا اطمینان حاصل کرلے اور سینہ کو کما حقہ انشراح حاصل ہوجائے اور مختلف عناصر میں اعتدال پیدا ہوجائے پس وہ خلت و محبتِ ذاتیہ سے حصہ اور ان پوشیدہ اسرار سے بہرہ حاصل کرلے جن کی طرف صحابی کی زبان سے اشارہ کیا گیا ہے کہ "اگر میں اُن اسرار کو تم پر فاش کردوں تو ضرور یہ گلا کاٹ دیا جائے"۔ اور تجھے جان لینا چاہیے کہ ولایتِ صغریٰ کے کمالات حاصل کرنے میں عمدہ چیز مراقبہ اور قلبی اذکار (یعنی اسمِ ذات و نفی اثبات کا ذکر) ہے اور آخری دونوں ولایتوں (ولایتِ کبریٰ و عُلیا) کے حاصل کرنے میں نفی اثبات کا زبان کے ساتھ ذکر کرنا (تہلیل لسانی) ہے اور جو کمالات مرتبۂ نبوت کے ساتھ وابستہ ہیں ان کے حصول میں مدد دینے والی چیز قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور نمازیں پڑھنا بالخصوص فرض نمازیں

بڑھتا ہے پھر اس کے بعد وہ مقام آتا ہے جس میں نہ عمل کے لئے کوئی نتیجہ ہے اور نہ ہی اعتقاد کے لئے کوئی اثر ہے، وہاں ترقی محض فضل و احسان کے ساتھ وابستہ ہے اور یہ مقام اصالت کے طور پر انبیائے مرسلین علیہم السلام والبرکۃ کے ساتھ مخصوص ہے اور ان کے تابع ہو کر دوسروں کے لئے بھی اس مقام سے حصہ ہے پھر اس کے اوپر وہ کمال آتا ہے جس میں تفضل سے محبت کی طرف ترقی ہوتی ہے پس اس کمال کے حصول میں ترقی کرنا محبتِ صرفہ (خالص محبت) پر موقوف ہے، اور محبت میں بھی مُحِبّیت و محبوبیت دو کمال ہیں پس محبیت ذاتیہ کے کمالات کا ظہور اصالت کے طور پر کلیم (حضرت موسیٰ) علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہے اور محبوبیتِ ذاتیہ کے کمالات پہلے تو حبیبِ خدا علیہ وعلیٰ آلہٖ افضل الصلوات و اکمل التحیات کے ساتھ مخصوص ہیں اور پھر ان دونوں (کلیم و حبیب علیہما الصلوٰۃ والسلام) کے طفیل سے دوسروں کے لئے ان دونوں کمالوں کی امید ہے۔ والسلام

ف۲۹

مکتوب ۱۳۸

مولانا محمد صدیق کے نام بلند ہمتی کی ترغیب اور اس راز کو منکشف کرنے میں تحریر فرمایا کہ توجہ کے برخلاف غیر توجہ میں نسبت زیادہ ہو جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، آپ کے گرامی نامہ نے پہنچ کر خوش وقت کیا، آپ نے اپنے آپ کو ناقص دیکھنے اور بلند ہمتی اور حاصل کئے ہوئے امور پر اکتفا نہ کرنے کے بارے میں (جو کچھ لکھا تھا (وہ) نیک و مبارک ہے، ممکن بیچارہ جو کہ فی نفسہٖ خیر و کمال سے خالی ہے کمال اس کے حق میں نقص کی دید اور کمال کی نفی کرنا ہے اور بھلا ہونے کی نفی اور نقص و شریت کے مشاہدہ میں بھلائی ہے، اپنے آپ کو موہوم کمال سے خالی کرنے اور امانت (اہلِ امانت کو) واپس کرنے کے بعد اس قابل ہوا کہ غنیٔ مطلق (اللہ تعالیٰ) سے بھیک مانگے اور گداگری کرے اور چونکہ اس (حق تعالیٰ) کے عطیات و کمالات کی کوئی حد نہیں ہے اور اس (بندہ) کا پیاسا اور مفلس ہونا بھی کمال درجہ کا ہے (اس لئے) جس قدر ہمت کو بلند کرے اور ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ [کیا اور بھی ہے] کی صدا لگائے اس کو سزاوار ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "جس وقت ارادہ کر کے متوجہ اور مراقب ہوتا ہے تو خاطر خواہ نسبت محسوس نہیں ہوتی اور جب توجہ کو ترک کر دیتا ہے تو بلا طلب و بے ارادہ مخصوص نسبت محسوس ہوتی ہے اور اسی لئے مراقبہ میں بہت کم مشغول ہوتا ہے"۔ میرے مخدوم! باطنی نسبت جس قدر اصالت کی طرف جاتی

اور ظلیت کی قید سے آزاد ہوتی جاتی ہے ظاہر کے ادراک (پانے) سے دُور جا پڑتی ہے اور مراقبہ کے احاطہ میں نہیں آتی، مراقبہ کمالاتِ ظلی کے ساتھ وابستہ ہے اور کمالاتِ اصلی سے بہت کم حصہ رکھتا ہے، شہود ومشاہدہ والے حضرات مراقبہ کے ساتھ لذت حاصل کرتے ہیں اور جو شخص شہود سے گذر چکا ہے وہ مراقبہ میں بہت کم مشغول ہوتا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ یہ جو کچھ بیان ہوا اہلِ انتہا اور اخصِ خواص کا معاملہ ہے اور خواص ومتوسطین کے لئے اس معنیٰ کا لازمہ یہ ہے کہ جب سالک کا ظاہر اپنے باطن کی طرف توجہ نہیں رکھتا تو باطن اپنے معاملہ میں مشغول ہے اور کسی مزاحمت کے بغیر اپنے مقصد میں لگا ہوا ہے اور جب ظاہر باطن کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو باطن کو بھی ظاہر کے ساتھ ایک گونہ توجہ پیدا ہو جاتی ہے اور اس مشغولیت میں جو کہ وہ اپنے معاملہ میں رکھتا تھا کچھ فتور آجاتا ہے اور اس سکون وحضور میں خلل واقع ہو جاتا ہے، واللہ سبحانہ الملہم بالصواب [اور اللہ سبحانہ ہی صحیح بات کا الہام کرنے والا ہے]

مکتوب ۱۳۹

پشاور کے دوستوں کے نام عارفِ کامل کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا

۲۵ برادرانِ کرام خواجہ محمد صدیق ومولانا حسن علی اور ملا نعمت اللہ کی طرف حمد وصلوٰۃ اور تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو خواہشات وارادات سے فنا نصیب فرمائے اور اپنی مرضیات وتمام کمالات کے ساتھ بقا عطا فرمائے اور تقویٰ کے لباس سے زینت بخشے اور تجلیات کے زیور سے آراستہ کرے اور انھیں شیون کی تفصیلات سے ذات کے اجمال کی طرف عروج عطا فرمائے کیونکہ جو عارفِ کامل بقا بذاتی کے ساتھ مشرف ہے وہ اپنے جمال کو حیاتوں کے آئینوں میں مشاہدہ کرتا ہے اور اپنی ذات کو کلی واجمالی طور پر اور عالم کو اپنے مظاہر وتفصیل دیکھتا ہے اور اپنی ذات کو افرادِ عالم میں سرایت کئے ہوئے اور اس طرح احاطہ کئے ہوئے معائنہ کرتا ہے جس طرح کُل اپنے اجزاء کو احاطہ کئے ہوئے ہوتا ہے بلکہ اُن میں سے بعض کو ایسا احاطہ ہے جیسا کہ ذات کا احاطہ صفات کے لئے ہوتا ہے پس اس کے لئے ذات ہے اور اس کے ماسوا صفات کے مظاہر ہیں اور یہ آخری قسم کاملین میں سے بعض افراد کے ساتھ مخصوص ہے نادر ہونے میں اس کے لئے عنقا کا حکم ہے اگر کوئی (اس کا) پانے والا ہزاروں سال کے بعد (اس کو) پالے تو بیشک اس کو غنیمت جانے ؎

بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن ۔۔۔ اگر پادشہ بر در پیر زن

[اگر بادشاہ بوڑھی عورت کے دروازے پر آجائے تو اے خواجہ تو حسد نہ کر]

مکتوب ۱۴۰

شیخ علیم جلال آبادی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے بعض درجات کسبی ہیں اور بعض وہبی اور اعتقاد و عمل کو بعض میں دخل ہے اور بعض میں دخل نہیں ہے۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ اس حدود کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ دور افتادہ دوست بھی نیکی کے راستہ پر ہوں گے اور سید کائنات فخر موجودات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات کی متابعت پر ظاہری و باطنی طور پر قائم ہوں گے اور اس متابعت کے درجات و مراتب ہیں، حضرت قبلۃ الواصلین اسوۃ المحققین خلیفۃ اللہ فی العالمین ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے مکتوبات جلد ثانی کے مکتوب ۵۴ میں متابعت کے سات درجے قرار دیئے ہیں اگر ہو سکے تو اس مکتوب کا مطالعہ کریں، ان میں سے پہلے دو درجے کسبی ہیں جو کہ ظاہری و باطنی اعمال سے تعلق رکھتے ہیں اور تیسرا درجہ ایک لحاظ سے کسبی اور ایک لحاظ سے وہبی ہے کیونکہ اس کے مبادی و مقدمات (ابتدائی امور) کسبی ہیں اور فی نفسہٖ وہ وہبی ہے، چوتھا درجہ موہبی ہے لیکن اعتقاد و عمل کو اس کے حصول میں دخل ہے، پانچواں اور چھٹا درجہ اس سے بھی بلند تر ہے اور ساتویں (درجے) کے بارے میں کیا لکھے (وہ تو نہایت بالاتر ہے) ۲۹۲
خواص اہل اللہ کے اس قسم کے اذواق کے مطالعہ سے مقصود دو چیزیں ہیں (اول) اپنے عجز و قصور پر اطلاع ہونا دوم ان اکابر کے کمال پر ایمان لانا کہ یہ برکات کا پھل دیتا ہے اور (اس سے) ان حضرات کے ساتھ محبت میں زیادتی حاصل ہوتی ہے تاکہ المرء مع من احب [آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوتا ہے] کی بشارت میں داخل ہو جائے۔ والسلام والاکرام

مکتوب ۱۴۱

میرزا عبید اللہ بیگ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ موجود حقیقی کو موہوم کے ساتھ کچھ بھی نسبت نہیں ہے۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد برادرم عبید اللہ بیگ کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ آپ کے مکتوب لطیف نے جو کہ احوال شریفہ پر مشتمل تھا پہنچ کر خوش وقت کیا، اس میں جو یہ درج تھا کہ "توحید علم کو بدل دینے کے سوا (اور کچھ) نہیں ہے اس پر فنا کا اطلاق بعید ہے" اور نیز درج تھا کہ "تنزیہ کو اس مرتبہ تک ظاہر کرتے ہیں کہ تشبیہ کی طرف ہرگز رخ نہیں رکھتی اور تشبیہ کو اس کمال کے ساتھ جلوہ گر کرتے ہیں

کہ ہر گز تنزیہ کے ساتھ کوئی نزاع نہیں رکھتی" یہ سب درست و معقول ہے، موجودِ حقیقی کو موجودِ موہوم کے ساتھ کیا نزاع اور کونسا تضاد ہے، موجود ایک ایسے مرتبہ میں موجود ہے کہ جہاں موہوم کا کوئی نام و نشان نہیں ہے، آئینہ کو اُس صورت کے ساتھ جو اس میں منعکس ہوئی ہے کوئی نسبت نہیں ہے، یہ نہیں کہہ سکتے کہ صورت آئینے میں داخل ہے یا اس سے خارج ہے، اس کے ساتھ متصل ہے یا اس سے جدا ہے یہی نسبت موہوم کو موجود کے ساتھ ہے کہ دونوں ایک ہی مرتبہ میں ہیں آئینہ خارج میں ہے اور صورت وہم کی اختراع کی ہوئی ہے، توحید اس مرتبہ میں اگرچہ علم کو بدل دیتا ہے لیکن اس مشہور عبارت کو کہ وجودِ موہوم کی فنا وجودِ حقیقی کی بقا میں ہے اس معنی کی طرف پھیرا جا سکتا ہے، اور آپ نے جو لکھا ہے کہ "اب فکر (شہود کے) جس نتیجے پر پہنچتی ہے دوسرے شرعی اعمال (بھی) وہی شہود بخشتے ہیں" (یہ) درست ہے، اللہ تعالیٰ اس دید کو کمال تک پہنچائے اور احکام شرعیہ میں سے ہر حکم سے مطلوب کی طرف راستہ کھولے۔ والسلام

مکتوب ۱۴۲

محمد کاشف کے نام اس سوال کے جواب میں جو انہوں نے ذکر لسانی نفی اثبات کے بارے میں کیا تھا کہ (اس میں) کلمہ محمد رسول اللہ کو کلمۂ لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ کتنی بار میں ملائے اور نماز وتر کے بعد سجدہ کرنے کے متعلق اُن کے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا۔

۲۹۳

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد برادر رشید خواجہ محمد کاشف کو عرض کرتا ہے کہ آپ نے جو مکتوب اس اثناء میں حمال (قلی) کے ہاتھ عصاؤں کے ساتھ بھیجا تھا پہنچا اور (عصاؤں کو) پہنچایا، اللہ سبحانہ قبول فرمائے۔ آپ نے دریافت کیا تھا کہ "کلمہ طیبہ نفی اثبات کے تکرار کے وقت کلمۂ مبارکہ محمد رسول اللہ کو بھی اس کے ساتھ ملائے یا نہ ملائے، اور اگر ملائے تو کتنی مرتبہ کے بعد ملائے"؟ جواب (کتنی) مرتبہ کا کوئی تعین نہیں ہے ہر دس یا بیس یا ہر پچاس یا سو کے بعد ملائیں اور اس کلمہ کے تکرار سے اپنے مقاصد اور ارادوں کی نفی کریں تاکہ اپنے ارادوں سے پوری طرح خالی ہو جائیں اور واحد حقیقی و مطلب تحقیقی کے سوا کچھ مقصود نہ رکھیں، اپنی مراد تلاش کرنا بندگی کے مقام کے لائق نہیں ہے۔ مشائخ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ تیرا مقصود ہے وہ تیرا معبود ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص نے اپنی فکروں کو ایک فکر بنا لیا اللہ تعالیٰ اس کی دنیا و آخرت کی فکروں کے لئے کافی ہوتا ہے اور ایک روایت میں ھمًا واحدًا ھم المعاد یا ھم الآخرۃ [ایک فکر یعنی فکر معاد یا فکر آخرت] آیا ہے معاد یا آخرت سے مراد

دارالخلود (ہمیشگی کا گھر) ہے جوکہ دار اللقاء (ملاقات کا گھر) ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد اصل کی طرف بازگشت (لوٹنا) ہو جیسا کہ مولوی (رومی) علیہ الرحمۃ نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے ؎

ہر کسے کو دور ماند از اصلِ خویش ‏ ‏ ‏ باز جوید روزگار وصلِ خویش

[جو شخص کہ اپنی اصل سے دور رہ گیا وہ اپنے وصل کا وقت پھر سے تلاش کرے]۔ آپ نے دوسرا سوال وتر کے بعد سجدہ کرنے کے بارے میں کیا تھا، فقیر نے اس کا جواب روایت کے ساتھ اس سے پہلے بھیجا ہے تعجب ہے کہ نہیں پہنچا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمارا عمل اور ہمارے حضرت عالی (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) کا عمل نہیں ہے اور علما نے اس کو منع کیا ہے (اس لئے) کرنا نہیں چاہئے (کتاب) سنن الہدیٰ میں ہے کہ نمازِ وتر کے بعد دو سجدے کرنا اور اُن کے درمیان جلسہ (بیٹھنے) کے ذریعے فصل کرنا اور اس (جلسہ) میں آیۃ الکرسی پڑھنا کہ ان دونوں سجدوں پر بلادِ ہند میں عمل کیا جاتا ہے اخبار و آثار (احادیث و روایاتِ صحابہ) میں ان دونوں سجدوں کی کوئی اصل نہیں ہے اور فقہ مختار میں بھی ان دونوں کے لئے کوئی روایت نہیں ہے اور اہلِ عرب کا بھی ان دونوں سجدوں پر کوئی عمل نہیں ہے بلکہ شافعیہ ان دونوں کی حرمت کے قائل ہیں اور اکثر احناف ان دونوں سجدوں کو بالکل جانتے ہی نہیں ہیں اور میں نے ان دونوں سجدوں کے بارے میں فقہائے مدینہ سے دریافت کیا تو انھوں نے ان دونوں میں کراہت کا ہونا نقل کیا ہے، والسلام

مکتوب ۱۴۳

شیخ محسن کشمیری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ طالب نابینا کا حکم رکھتا ہے اور اس کا کسی کامل کی خدمت میں پہنچنا محض عطائے الٰہی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ اُس ذات کے طفیل جس کی نگاہ نے کبھی نہیں کی ۲۹۴ ص
اور نہ وہ گمراہ ہوا علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والبرکات والتسلیمات العلیٰ، ماسوا کی غلامی سے آزاد کر کے اپنی بارگاہِ مقدس کا پوری طرح گرفتار بنائے اور احسان کی حقیقت تک پہنچائے جس کی علامت ان تعبد اللہ کانک تراہ ہے [یعنی تُو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے گویا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے] تاکہ اُس (اللہ) تعالیٰ شانہ کی معیت کا جو کہ احسان کی صفت والے بندوں کے ساتھ ہے جیسا کہ کلامِ مجید سے معلوم ہوتا ہے بھید (راز) ظاہر ہو اور اسم سے مسمّیٰ کی طرف دلالت کرے اور شرحِ صدر کے ساتھ متصف کرے جو کہ اطمینانِ نفس اور سینہ میں ایک نور کے آنے کے ساتھ وابستہ ہے جس کی علامت دار الغرور (دنیا) سے الگ ہونا

لہ غالباً آیۃ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُحْسِنِیْنَ مراد ہے۔ (مترجم)

اور دار القرار (آخرت) کی طرف آمادہ ہونا ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے۔

آپ کے مکتوب شریف نے جو کہ مطلوب بے مثال کی طلب و شوق کے درد کی خبر دینے والا تھا شرف کیا (یہ) کسقدر نعمت ہے کہ گوناگوں تعلقات اور اہلِ دنیا کی صحبت کے باوجود مطلوبِ حقیقی کا سودا دل کی گہرائی میں پیدا ہوجائے اور ہویّتِ غیب (ذاتِ حق تعالیٰ) کی خواہش جان کی پیشانی سے ظاہر ہوجائے' درویشوں کی محبت اس کا اثر ہے اور ان کے ساتھ نیازمندی اس پر واضح دلیل ہے، اس گروہ سے محبت کرنے والا اس گروہ کے ساتھ ہے اور ان کا ہمنشین اُن میں سے ہے المرءُ مع من احب [آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوۃ والسلام کی حدیث ہے' حق سبحانہ سے اس طلب کی زیادتی کے لئے دعا کرتے رہیں اور اس خواہش و شوق کی تقویت طلب کریں تاکہ اس طلب میں یک رُخ و یک جانب رہیں اور اس نفیس جوہر کو فانی آرزوؤں کے غبار سے بے نُور و بے رونق نہ بنائیں اور آہ و زاری کے ساتھ حق تعالیٰ شانہ کے کرم سے دعا کریں کہ (کسی) کامل کی صحبت میں پہنچائے تاکہ استعداد کا جوہر روشن ہوجائے اور انسانی کمال اس کی صحبت میں ظاہر ہوجائے اور ناقص کی صحبت کا گرفتار نہ بنائے کیونکہ ناقص (کے ذریعہ) سے کامل نہیں بنتا اور سالک کی استعداد ضائع ہوجاتی ہے۔ ع

از کوزه ہماں بروں تراود کہ در وست [کوزہ (برتن) سے وہی چیز باہر ٹپکتی ہے جو کہ اس میں ہے]

طالب بیچارہ نابینا کی طرح ہوتا ہے مشکل ہے کہ وہ کامل و ناقص میں تمیز کرے اس جگہ فضل کی سبقت درکار ہے اور رحمت کی دستگیری ہونی چاہئے اور بس۔ اور اس بے پر و بال عاجز سے حصولِ کمال کا سوال کرنا بے نوال (مفلس) سائل سے سوال کرنے کی مانند ہے اگرچہ اس عالی مرتبہ گروہ کی محبت کی راہ سے ان اکابر کے کمال کے ساتھ کچھ ایمان حاصل کیا ہے اس لئے بعض طالبین نے جو کہ اس کے ساتھ نشست و برخاست کرتے ہیں حُسنِ ظن کی وجہ سے بلکہ محض (اللہ تعالیٰ کے) فضل و کرم سے اس سرچشمہ سے کچھ شربت حاصل کیا ہے اور کرتے رہتے ہیں اور ایک جماعت کے رُشد و ہدایت کا ذریعہ بنتے ہیں لیکن چونکہ یہ ناکارہ اس محبت میں ناقص ہے اس پر متفرع ہونے والے میں بھی (محبت) ناقص ہی ہونی چاہئے، البتہ چونکہ آپ نے ان بے سر و سامان فقراء کے ساتھ کچھ حُسنِ ظن پیدا کیا ہے اس لئے حدیث قدسی انا عند ظن عبدی بی [میں اپنے بندے کے گمان کے ۲۹۵
نزدیک ہوں] کے مصداق امید ہے کہ فضل و کرم سے اُس (حُسنِ ظن) کے مطابق اُس طرف سے بھی معاملہ فرمائیں گے۔

آنکہ دُر ساختہ است قطرۂ بارانی را می تواند کہ دہد اشکِ مرا حسنِ قبول

[جس نے بارش کے قطرہ کو موتی بنادیا ہے ہوسکتا ہے کہ وہ میرے آنسوؤں کو حُسنِ قبول عطا فرمائے] والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۱۴۴

مولانا محمد صدیق کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اصل کا معاملہ وراء الوراء ہے اور جو کچھ اس کے خلاف ہے وہ ظلال سے ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میرے توفیق آثار بھائی جناب مولانا محمد صدیق اس دور افتادہ کی طرف سے دعا و سلام عافیت انجام پڑھیں اور عبادات و اذکار کے معمولات پر محنت کرتے رہیں اور رات کی نماز (تہجد) اور صبح کی گریہ وزاری کو غنیمت شمار کریں اور اس معاملہ کے طالب رہیں جو کہ ادراک (پانے) کے حوصلہ سے باہر ہو اور وہ کسی عبارت سے تعبیر اور کسی اشارہ کے ساتھ اشارہ نہ کیا جا سکے اور وہ وہم کی رسائی کا میدان نہ ہو جو معاملہ کہ اصل کے ساتھ وابستہ ہے وہ ایسا ہی ہے اور جو ایسا نہیں ہے وہ ظلال و اوصاف سے تعلق رکھتا ہے۔ سید الطائفہ (حضرت جنید بغدادی) قدس سرہ نے مرنے کے بعد خواب میں جو اپنے حال کی خبر دی ہے شاید (اس میں) اسی معاملہ کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ انہوں نے فرمایا "عبارات ضائع ہو گئیں اور اشارات فنا ہو گئے اور ہم کو ان دو رکعتوں کے سوا جو ہم نے رات کے کسی حصے میں پڑھی تھیں اور کسی چیز نے نفع نہیں دیا" اس لئے کہ عبارات و اشارات جو کہ ظلال و صفات کے ساتھ وابستہ ہیں اصل کے ظہور کے بعد ھَبَاءً مَّنْثُوْرًا (تتر بتر) ہو گئے اور فانی و نا چیز بن گئے اور ان کا کوئی اثر نہ رہا اور چونکہ بندہ سے بندگی کے وظائف ادا کرنے کے سوا اور کوئی چیز اس بارگاہ عالی کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتی خاص طور پر نماز کا ادا کرنا جو کہ مومن کی معراج اور تمام عبادات کی جامع ہے خاص کر وہ نماز جو کہ رات کے کسی حصے میں ادا ہو کہ وہ وقت زمانہ کی سب سے بزرگ ساعت ہے اور اس آسمان (آسمانِ دنیا) پر (حق تعالیٰ کے) نزول کا وقت ہے اس لئے فرمایا کہ "ہم کو ان دو رکعتوں کے سوا جو ہم نے رات کے خلا میں پڑھی تھیں اور کسی چیز نے نفع نہیں دیا۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا کہ "میں سات سال تک مولانا عارف الدیک کرانی قدس سرہ کے ہمراہ اس دوڑ دھوپ (کوشش) میں رہا کہ اصل سے آگاہی حاصل کروں، تین بار حجاز کے سفر پر گیا اگر میں وہاں مولانا (عارف) کی شکل یا مولانا کے کمالات کا ذرا سا بھی مظہر کسی کو پاتا تو ہرگز وہاں سے واپس نہ لوٹتا" پس ہم جیسے ۲۹۶ ہجرت زدوں پر لازم ہے کہ اس طلب میں جان و دل کے ساتھ کوشش کریں اور جہاں کہیں سے اس نعمت کی بو باطن کے دماغ میں پہنچے اس کے پیچھے چلیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۴۵

محمد عاشور بخاری کے نام اس بارے میں کہ کلمۂ طیبہ توحید کے تمام سلوک کے خلاصہ کو شامل ہے اور مفید نصیحتوں کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: آپ کے گرامی نامہ نے خوش وقت کیا۔ حضرت حق جل وعلا ماسوا کی گرفتاری سے پوری طرح نجات دے اور درجاتِ قرب میں ترقیات نصیب فرمائے اور کلمہ طیبہ کی برکات سے سیراب کرے۔ اہل اللہ کے نزدیک مسلّم ہے کہ باطن کو منور کرنے میں اس کلمۂ مبارکہ سے زیادہ نفع دینے والی کوئی چیز نہیں ہے، صاحبِ استعداد سالک اس کلمہ کے پہلے جزو (لَآ اِلٰہَ) کے ساتھ مطلوبِ حقیقی کے ماسوا کی نفی کرتا ہے اور اس کے دوسرے جزو (اِلَّا اللہُ) کے ساتھ معبودِ برحق کا اثبات کرتا ہے جو کہ تمام سلوک کا خلاصہ ہے ؎

تا بجاروبِ لا نہ روبی راہ نرسی در سرائے اِلَّا اللہ

(جب تک تو لا کی جھاڑو سے راستہ کو صاف نہیں کریگا اس وقت تک اِلَّا اللہ کی سرائے میں نہیں پہنچے گا)

آپ نے اخلاق پر مشتمل نصیحتیں طلب کی تھیں، میرے مخدوم! علوم شرعیہ کی کتابیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی حدیثیں اس امر کی کامل طور پر ضامن ہیں، شریعتِ منورہ کے مقتضا پر عمل کریں اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کو تمام امور میں پیشوا بنائیں کیونکہ آخرت کی نجات اور قربِ الٰہی جل شانہٗ کے درجات تک پہنچنا اس کے ساتھ وابستہ ہے اور اوقات کی آبادی میں پوری کوشش ملحوظ رکھنی چاہیئے کیونکہ وقت نہایت قیمتی ہے لایعنی (فضول کاموں) میں صرف نہ ہو جائے، اور مخلوق کے ساتھ میل جول بقدرِ ضرورت کرنا چاہیئے کیونکہ لوگوں کے ساتھ قدرِ ضرورت سے زیادہ صحبت رکھنا اس راہ میں مہلک درندہ کی مانند ہے، اور راتوں کی شب بیداری اور صبح کے وقت کی گریہ وزاری کو غنیمت شمار کرنا چاہیئے اور فانی لذتوں میں مشغول ہونے سے پرہیز کرنا چاہیئے کیونکہ (یہ) باطن کو گدلا اور بے رونق کرتا ہے اور تمام لوگوں کے ساتھ خندہ پیشانی اور کشادہ روئی سے پیش آنا چاہیئے اور خوش اسلوبی کے ساتھ نیکی کا امر کرنے اور برائی سے روکنے میں دریغ نہیں کرنا چاہیئے اور کھانے، سونے اور کلام کرنے میں اعتدال کا خیال رکھنا چاہیئے ؎

نہ چنداں بخور کز دہانت بر آید نہ چنداں کہ از ضعف جانت بر آید

[نہ اتنا (زیادہ) کھا کہ تیرے منہ سے نکلنے لگے (اور) نہ اتنا (کم کھا) کہ کمزوری سے تیری جان نکل جائے]

حق جل وعلا کی طلب میں مضطرب اور بے آرام رہنا چاہیے۔ ابوبکر طمستانی (رحمۃ اللہ) نے کہا ہے کہ تصوف
اضطراب (کا نام) ہے، جب سکون آگیا تو تصوف نہیں رہا، محب کو محبوب کے بغیر چین نہیں ہے اور وہ ص ۲۹۷
ماسوا کے ساتھ کسی طرح انس و الفت اختیار نہیں کرتا۔ (بزرگوں نے) کہا ہے کہ مرید کو اس صفت کے ساتھ
ہونا چاہئے جیسا کہ کلام مجید میں مذکور ہے: حَتّٰى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ
عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ [یہاں تک کہ جب زمین اپنی فراخی کے باوجود اُن پر تنگ ہوگئی اور وہ خود اپنی جانوں سے تنگ آگئے] لہ ۹ / ۱۱۸
اور جوانی کے دنوں کو غنیمت جانیں اور اس کی قوت کو مولا تعالیٰ کی طاعات میں صرف کریں، بڑھاپے کے
وقت میں زندگی و فراغت کو فرض کرتے ہوئے معلوم ہے کہ کیا ہو سکتا ہے حدیث شَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللهِ
[وہ جوان جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں نشوونما پائی] آپ نے سُنی ہوگی۔ اور بدعتی کی صحبت سے دُور رہنا
اور بدعت کے کاموں سے الگ ہوجانا چاہئے کیونکہ نجات سنت (پر عمل کرنے) میں ہے اور حق سبحانہ سے
ہمیشہ دعا کرنی چاہئے کہ (کسی) کامل کی صحبت میں پہنچائے تاکہ استعداد کا جوہر جِلا (چمک) حاصل کرے اور
انسانی کمال ظاہر ہوجائے اور ناقص کی صحبت کا گرفتار نہ بنائے کیونکہ ناقص (کی صحبت کے ذریعے)
سے کامل نہیں بنتا اور سالک کی استعداد ضائع ہوجاتی ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "وحدت (توحید) کا عقیدہ اس قدر راسخ (پختہ) ہوگیا ہے کہ دل ساعت بساعت
فیض حقیقی کے سرایت کے مشاہدہ سے متأثر ہوتا ہے اور بعض امور کے سوا تمام امور میں پوری محبت اللہ تعالیٰ
کے ساتھ رکھتا ہے الخ" بہت بڑی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کا شکر بجالائیں اور اس دید کی زیادتی
طلب کریں تاکہ سب جگہ اس کا جمال مطالعہ کریں اور سب کو اس کے کمال کے آئینے سمجھیں اور اپنی قدرت و
قوت سے پوری طرح باہر ہوجائیں اور تمام امور اس کے سپرد کئے ہوئے جانیں اور اپنے آپ سے معدوم اور اس
کے ساتھ موجود رہیں اور اس کی ذات کو وراء الوراء تصور کریں جو واقعہ کہ آپ نے دیکھا اور لکھا تھا نہایت
پسندیدہ اور واضح ہے اور کامل مناسبت کی خبر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ باطنی امور کو قوت سے فعل میں لائے
انہ قریب مجیب [بیشک وہ قریب ہے اور دعا کو قبول کرنے والا ہے]۔

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است ۔۔۔ بانگ دو کردم اگر در دہ کس است
[اب میں بس کرتا ہوں عقلمندوں کو یہی کافی ہے اگر گاؤں میں کوئی شخص ہے تو میں نے درندے (سے خطرے) کی آواز لگا دی ہے]
والسلام علیکم۔

مکتوب ۱۴۶

مولانا محمد صدیق کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے جلال کے ظہور کو اُس سبحانہ کے جمال و انعام کی طرح ترقی و لذت کا سبب سمجھنا چاہیے۔

الحمد للہ فی السراء والضراء [خوشی و رنج دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے] جو کچھ محبوبِ حقیقی جل سلطانہ کی طرف سے آئے مُحِب کی نظر میں بلکہ حقیقت میں خوبصورت و زیبا ہے، محب اس کے رنج دینے سے (ایسی ہی) لذت حاصل کرتا ہے جیسی کہ اس کے انعام سے، ایک کو اس کے جمال کا ظہور اور دوسرے کو اس کے جلال کا مظہر دیکھتا ہے دونوں کو کمال کی صفت سمجھتا ہے اور صفت کو موصوف کا زینہ بناتا ہے اور صفت سے موصوف کی طرف مائل ہوتا ہے۔ فرزند جگر گوشہ کے رحلت کر جانے ۲۹۸ سے رضا و صبر اختیار کریں بلکہ محبوبِ حقیقی کا فعل ہونے کی وجہ سے اس سے لذت حاصل کریں اور فعل کو فاعل تک پہنچنے کا زینہ بنائیں، پیشانی پر شکن لانے اور بے صبری کرنے کی کیا گنجائش ہے جس طرح بیٹے کے وجود سے فائدہ حاصل کرتے تھے اور اس کو حق جل وعلا کی نعمت کا ظہور تصور کرتے تھے اس کے جاتے رہنے سے بھی خوشوقت رہنا چاہیے اور اپنے حق میں صفاتِ جلالی کی تربیت جانیں اور اپنی سعادت اس درد و الم میں سمجھیں جو مالک حقیقی جل سلطانہ کی رضامندی کا دریچہ ہے، اس جہان کی مصیبتیں اگرچہ بظاہر زخم کو چھیل دینے والی ہیں لیکن باطن پر نظر کرتے ہوئے مرہم و راحت ہیں اور قرب و ترقیات کا سبب ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے: رباعی

بادرد بساز چوں دوائے تو منم	در کس منگر کہ آشنائے تو منم
گر بر سرِ کوئے عشقِ من کشتہ شوی	شکرانہ بدہ کہ خونبہائے تو منم

[چونکہ میں تیرا علاج ہوں تُو درد کے ساتھ موافقت اختیار کر، تو کسی کو مت دیکھ کیونکہ میں تیرا آشنا ہوں، اگر تو میرے عشق کے کوچہ کے سرے پر مار ڈالا جائے تو شکرانہ ادا کر کہ تیرے خون کا بدلہ میں ہوں]

مکتوب ۱۴۷

میر محمد خافی کے نام تعمیرِ اوقات پر ترغیب اور مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنے اور حُسنِ خلق کے فضائل کی احادیث کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ سبحانہ ہمیں اور آپ کو سید المرسلین حبیب رب العلمین علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔ اے شفقت کے آثار والے! دنیوی زندگی نہایت

قلیل ہے اور ابدی ودائمی معاملات اس کے ساتھ وابستہ ہیں، سعادت مند وہ شخص ہے جو اس تھوڑی فرصت کو غنیمت جان کر اس میں آخرت کے کام بنائے اور طویل سفر کا توشہ مہیا کرے اور چونکہ حق تعالیٰ نے آپ کو لوگوں کی ایک جماعت کی ضروریات کا مرجع بنایا ہے (اس لئے) اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کا شکر بجا لاکر مخلوق خدا کی حاجات روائی میں اچھی طرح کمر ہمت باندھیں اور اپنے مالک (اللہ تعالیٰ) کے بندوں اور بندیوں کی خدمت گاری کو دنیا و آخرت کے درجات حاصل کرنے کا وسیلہ تصور فرمائیں اور مخلوق کے ساتھ نیک سلوک اور احسان کرنے اور ان کے ساتھ کشادہ روئی و خوش خلقی سے پیش آنے اور ان کے معاملات میں نرمی و سہولت اختیار کرنے کو مولائے حقیقی جل سلطانہ کی رضامندی کا دریچہ (کھڑکی) جانیں اور نجات کا سبب اور ترقی درجات کا ذریعہ سمجھیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے پس ۲۹۹
اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب وہ شخص ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنے، ان کو خوش کرنے، حسن خلق، نرمی کرنے، مہلت دینے اور بردباری کی فضیلت کے بارے میں چند حدیثیں تحریر کرتا ہے، اچھی طرح غور فرمائیں اور اگر کسی حدیث کے معنی (سمجھنے) میں کوئی پوشیدگی رہ جائے تو کسی دیندار طالب علم سے اس کا حل طلب کریں۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان مسلمان کا (دینی) بھائی ہے وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور اس کو (کسی دشمن یا ہلاکت کے) سپرد نہیں کرتا اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے اور جس شخص نے کسی مسلمان کا کوئی غم دور کیا اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے غموں میں سے کوئی غم دور کردیگا اور جس شخص نے کسی مسلمان (کے بدن یا عیب) کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی پردہ پوشی فرمائے گا، اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور مسلم کی روایت میں ہے اور جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرنے میں رہے اللہ تعالیٰ اس بندہ کی مدد میں رہے گا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی کچھ مخلوق ہے جن کو لوگوں کی حاجات (پوری کرنے) کے لئے ہی پیدا کیا ہے، لوگ اپنی حاجات میں ان کی طرف رجوع کرتے ہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مامون ہیں، اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی کچھ قومیں (لوگ) ہیں جن کو اس نے بندوں کے فائدوں کے لئے نعمتوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور جب تک وہ ان نعمتوں کو (اللہ کے بندوں پر) خرچ کرتے رہیں گے اللہ تعالیٰ ان کو ان نعمتوں میں برقرار رکھے گا لیکن جب وہ ان نعمتوں کو (خرچ کرنے سے) روک لیں گے تو اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کو ان لوگوں سے چھین لے گا اور دوسروں کی طرف منتقل کردے گا، اس کو ابن ابی الدنیا و طبرانی نے روایت

کیا ہے، اور نیز حدیث شریف میں ہے جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے کیلئے چلا (یعنی کوشش کی) تو یہ عمل اس کے لئے دس سال کے اعتکاف سے بہتر ہے اور (حالانکہ) جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ایک دن کا اعتکاف کیا اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان تین خندق کا فاصلہ کردے گا ہر خندق دوسری خندق سے اتنے فاصلہ پر ہوگی جتنا کہ زمین کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک (مشرق سے مغرب تک) فاصلہ ہے اس کو طبرانی اور حاکم نے روایت کیا اور کہا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہیں اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے اپنے (مسلمان) بھائی کی ضرورت (پوری کرنے) میں کوشش کی یہاں تک کہ اس کو اس کے لئے پورا کردیا اللہ عزّوجلّ اس کے لئے پچھتر ہزار فرشتوں کا سایہ کرے گا جو اس پر اگر وہ صبح کا وقت ہوگا تو شام تک اور شام کا وقت ہوگا تو صبح تک رحمت طلب کرتے اور اس کے لئے دعا کرتے رہیں گے اور وہ کوئی قدم نہیں اٹھائے گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اس کا ایک گناہ مٹادے گا اور اس کے ساتھ ایک درجہ بلند کردے گا، اس کو ابن حبان وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت (پوری کرنے) میں کوشش کی، اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم پر ستر نیکیاں لکھے گا اور اس کے ستر گناہ مٹادے گا یہاں تک کہ جہاں سے وہ چلا تھا وہاں واپس آجائے پس اگر اس بھائی کی حاجت اس کے ہاتھ پر پوری ہوگئی تو وہ (کوشش کرنے والا شخص) اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہوگیا جیسا کہ اس روز پاک ہوتا ہے جب اس کی ماں نے اس کو جنا تھا اور اگر اس (کوشش) کے دوران ہلاک ہوگیا تو وہ جنت میں بغیر حساب داخل ہوجائے گا، اس کو ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے لئے کسی نیک مقصد کو حاصل کرنے اور کسی تنگی کو آسان کرنے کے بارے میں کسی صاحب اقتدار کی طرف پہنچا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز پل صراط سے گذرنے کے وقت اس کی مدد فرمائے گا جبکہ لوگوں کے قدم لڑکھڑا رہے ہوں گے اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ سب سے افضل عمل کسی مومن کو خوش کرنا ہے یعنی تو اس کی ستر پوشی کرے یا اس کی بھوک کو دور کرے یا اس کی حاجت پوری کرے، اس کو طبرانی اور ابوالشیخ نے روایت کیا ہے اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرائض (کی ادائیگی) کے بعد سب سے پسندیدہ عمل کسی مسلمان کو خوش کرنا ہے اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی آدمی کسی مومن کو خوش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس خوشی سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو کہ اللہ عزّوجلّ کی عبادت کرتا اور اس کی توحید بیان کرتا ہے (یعنی لا الہ الا اللہ کہتا ہے) پس جب بندہ اپنی قبر میں (منتقل) ہوجاتا ہے

تو وہ خوشی اس کے پاس آتی ہے اور کہتی ہے کیا تو مجھ کو نہیں پہچانتا تو وہ اس کو کہتا ہے کہ تو کون ہے پس وہ کہتی ہے کہ میں وہ خوشی ہوں کہ تو نے مجھے فلاں شخص پر داخل کیا تھا آج میں تیری وحشت کو اُنس میں تبدیل کر دوں گی اور تجھ کو حجت (دلیل) کی تلقین کروں گی اور تجھ کو قولِ ثابت (کلمۂ شہادت) پر ثابت رکھوں گی اور یومِ قیامت کی حاضری کے مقامات میں تیرے ساتھ حاضر رہوں گی اور تیرے لئے تیرے رب کی طرف شفاعت کروں گی اور تجھ کو جنت میں تیری منزل دکھاؤں گی، اس کو ابن ابی الدنیا اور ابو الشیخ نے روایت کیا ہے اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس چیز کے متعلق دریافت کیا گیا کہ جس کے ذریعہ اکثر لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو آپ نے فرمایا (وہ چیز) اللہ تعالیٰ سے ڈرنا (تقویٰ) اور اچھے اخلاق ہیں۔ اور آپ سے اس چیز کے متعلق دریافت کیا گیا جس کی وجہ سے اکثر لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے تو آپ نے فرمایا وہ منھ اور شرمگاہ ہے، اس کو ترمذی، ابن حبان اور بیہقی نے روایت کیا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ ایمان کے اعتبار سے سب سے کامل مومن وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ سب سے زیادہ مہربان ہو، اس کو ترمذی و حاکم نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک بندہ ضرور اپنے حُسنِ خُلق کی وجہ سے آخرت کے بہت بڑے درجے اور بہت بلند منزل پر پہنچے گا اور بیشک یہ (اس کی) عبادت (کے ثواب) کو کم کر دیگا اور بیشک وہ ضرور اپنی بداخلاقی کی وجہ سے جہنم میں سب سے نیچے کے درجے میں پہنچے گا، اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کیا میں تم کو ایسی عبادت کی خبر نہ دوں جو کہ آسان ہو اور بدن پر ہلکی ہو، (وہ) خاموشی اور حُسنِ خلق ہے، اس کو ابن ابی الدنیا نے روایت کیا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں آپؐ کے چہرہ مبارک کی جانب سے آیا اور کہا یا رسول اللہؐ! کونسا عمل افضل ہے آپؐ نے فرمایا حُسنِ خُلق، پھر وہ شخص آپ کی دائیں جانب سے آیا اور عرض کیا کونسا عمل افضل ہے، آپؐ نے فرمایا حُسنِ خُلق، پھر وہ آپؐ کی بائیں جانب سے آیا اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! کونسا عمل افضل ہے، آپؐ نے فرمایا حُسنِ خُلق۔ پھر وہ شخص آپؐ کی پُشت کی جانب سے آیا اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! کونسا عمل افضل ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس شخص کی طرف مڑے اور فرمایا تجھ کو کیا ہو گیا ہے کہ تو سمجھ نہیں رہا (وہ عمل) حُسنِ خُلق (ہے اور وہ) یہ ہے کہ اگر تجھ سے ہو سکے تو غصہ نہ کیا کر، اس کو محمد بن نصر المروزی نے روایت کیا ہے۔

اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ میں اس شخص کے لئے جنت کے احاطہ میں گھر دلانے کا ضامن ہوں جو جھگڑا کرنا ترک کر دے اگرچہ وہ حق پر ہی کیوں نہ ہو اور اس شخص کے لئے جنت کے وسط میں گھر دلانے کا

ضامن ہوں جو جھوٹ بولنا ترک کر دے اگرچہ جھوٹ بولنا مزاح کے طور پر ہی ہو اور اس شخص کے لئے
۳۰۱ جنت کے اعلیٰ درجے میں گھر دلانے کا ضامن ہوں جو اپنے اخلاق کو اچھا بنائے، اس کو ابو داؤد و ابن ماجہ
اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیثِ قدسی میں آیا ہے بیشک یہ وہ دین ہے جس کو میں نے اپنے لئے
پسند کیا ہے اور سخاوت و حُسنِ خُلق کے سوا اور کوئی چیز اس کے لئے سزاوار نہیں، پس جب تک تم اس (دین)
پر قائم رہو ان دونوں اوصاف سے اس (دین) کا اکرام کرو، اس کو طبرانی اور بزار نے روایت کیا۔ اور نیز
حدیث شریف میں ہے حُسنِ خُلق گناہوں کو اس طرح پگھلا (مٹا) دیتا ہے جس طرح کہ پانی برف کو پگھلاتا ہے
اور بُرا اخلاقی عمل کو اس طرح فاسد کر دیتی ہے جس طرح کہ سرکہ شہد کو فاسد کر دیتا ہے، اس کو طبرانی نے
روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور تمام کاموں میں
نرمی کرنے کو پسند کرتا ہے، اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک
اللہ تعالیٰ نرمی کو پسند کرتا ہے اور اس سے راضی ہوتا ہے اور اس پر ایسی مدد کرتا ہے جو وہ سختی پر نہیں کرتا، اس کو
طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کیا میں تم کو اس شخص کے بارے میں خبر نہ دوں جو
دوزخ کی آگ پر حرام کر دیا جاتا ہے یا (یوں فرمایا) جس پر دوزخ کی آگ حرام کر دی جاتی ہے (سنو) یہ ہر
اس شخص پر حرام کر دی جاتی ہے جو آسانی، نرمی اور سہولت والا ہے، اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور
نیز حدیث شریف میں ہے کہ ڈھیل دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلدی کرنا شیطان کی طرف سے ہے
اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ عذر قبول کرنے والا کوئی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلم (بُردباری) سے
زیادہ پسندیدہ کوئی چیز نہیں ہے اس کو ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک
بندہ حلم (بردباری) کے ذریعہ صائم و قائم (دن کو روزہ رکھنے اور رات کو نماز پڑھنے والے) کا درجہ پا لیتا ہے،
اس کو ابن حبان نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص کو غصہ آیا پھر اس نے اس کو
ضبط کیا تو اللہ تعالیٰ اس سے ضرور محبت کرے گا اس کو اصفہانی نے روایت کیا۔ اور نیز حدیث
شریف میں ہے کہ کیا تم کو اُس چیز کی خبر نہ دوں جس کے باعث اللہ تعالیٰ (جنت میں) مکان کو اونچا کرتا
ہے اور جس کی وجہ سے درجات کو بلند کرتا ہے، صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ
(ضرور ارشاد فرمائیے) آپ نے فرمایا (وہ یہ ہے کہ) جو شخص تجھ سے جہالت (کا برتاؤ) کرے تو اس سے بُردباری
اور جو شخص تجھ پر ظلم کرے تو اس کو معاف کر دے اور جو شخص تجھ کو محروم کرے تو اس کو عطا کرے اور جو تجھ سے
قطع تعلق کرے تو اس سے میل جول کرے، اس کو طبرانی و بزار نے روایت کیا اور نیز حدیث شریف میں ہے
کسی کو پچھاڑ دینے سے طاقتور نہیں ہوتا، درحقیقت طاقتور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے

اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک یہ بھی ایک قسم کا صدقہ (نیکی) ہے کہ تو کشادہ روئی کے ساتھ لوگوں کو سلام کرے، اس کو ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے سامنے تیرا تبسم کرنا تیرے لئے صدقہ (نیکی) ہے اور تیرا امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا صدقہ ہے اور راستہ بھٹکنے کی زمین (جگہ) میں تیرا کسی کو راستہ بتانا تیرے لئے صدقہ ہے اور تیرا راستہ سے پتھر یا کانٹا یا ہڈی دور کرنا تیرے لئے صدقہ ہے اور نیز اپنے ڈول میں سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دینا تیرے لئے صدقہ ہے، اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک جنت میں ایک ایسا بالاخانہ ہوگا جس کے باہر کا حصہ اس کے اندر سے اور اندر کا حصہ اس کے باہر سے (شفاف ہونے کی وجہ سے) نظر آئے گا تو ابو مالک اشعری نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ (بالاخانہ) کس کے لئے ہوگا؟ آپ نے فرمایا اس شخص کے لئے ہوگا جس نے اچھا کلام کیا اور (لوگوں کو) کھانا کھلایا اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں وہ نماز کے لئے کھڑا ہوا، اس کو طبرانی و حاکم نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیثیں کتاب ترغیب و ترہیب سے لی گئی ہیں جو کہ علم حدیث کی معتبر کتابوں میں سے ہے، اللہ تعالیٰ
ص ۳۰۲ ان احادیث کے مشابہ عمل عطا فرمائے، اپنے حال کے صفحہ کو ان احادیث کے مضمون کے ساتھ موازنہ کریں جو کچھ حال کے موافق معلوم ہو اس پر اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کا شکر بجالانا چاہیے اور جو کچھ ایسا نہ ہو تو حق سبحانہ سے عاجزی و زاری کے ساتھ اپنا حال ان (احادیث) کے موافق ہونے کی دعا کرنی چاہیے۔ اگر کسی کو ان پر عمل کرنے کی توفیق سر دست حاصل نہ ہو تو بہر حال اپنی کوتاہی کا اعتراف تو اس کو حاصل ہونا ہی چاہیے اور یہ (اعتراف) بھی ایک نعمت ہے، اللہ تعالیٰ اس بات سے اپنی پناہ میں رکھے کہ کسی کو عمل کی توفیق بھی حاصل نہ ہو اور اپنے آپ کو قصوروار بھی نہ جانے کیونکہ ایسے شخص کو اسلام سے بہت کم حصہ حاصل ہے ؎

ہر کس کہ بیافت دولتے یافت عظیم ۔۔۔ واں کس کہ نیافت دردِ نایافت بس است

[جس شخص نے پایا اس نے ایک بڑی دولت پائی اور جس شخص نے نہیں پایا اس کو نہ پانے کا درد ہی کافی ہے]

مکتوب ۱۴۸

ارشاد پناہ میر محمد نعمان کی خدمت میں اس بارے میں تحریر فرمایا کہ برائی و شرارت حسن و جمال کے آئینے ہیں۔

اللہ تعالیٰ (آپ کی ذات بابرکات کو (اپنے) الطاف میں شامل رکھ کر ارشاد کی مسند پر رونق افروز
۳۰/۴۱ رکھے: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ (لوگوں کی شامت اعمال کی وجہ سے

خشکی اور سمندر میں فساد پھیل گیا) ۔ دوسرا سال ہے کہ ہماری شامتِ اعمال سے مخلوق قحط کی آزمائش میں گرفتار ہے، لوگ استسقا، (بارش طلب کرنے کی نماز و دعا) کے لئے (شہر سے باہر) نکلے تھے اور یہ ناکارہ (میں) بھی اُن میں شامل تھا اس قدر گناہوں کا بوجھ ہوتے ہوئے یقین کے ساتھ تصور کرتا تھا کہ اس بلا (قحط) کا نازل ہونا اس کے بُرے اعمال کا نتیجہ ہے، لوگ اس کے (میرے) وجود سے برکت تلاش کرتے تھے اور اس کو سختی کے دور ہونے کی طلب کا وسیلہ بناتے تھے اور حقیقتِ حال سے واقف نہیں تھے اور حکام کے ظلم کی شکایت کرتے تھے اور وہ چونکہ اس ظلم کو اپنے اعمال کی طرف منسوب کرتا تھا (اس لئے) اس کے بالمقابل اُس (اعمالِ حکام) کو ھَبَآءً مَّنْثُوْرًا (بکھرا ہوا گرد و غبار) خیال کرتا تھا۔

میرے مخدوم! ان تمام تقصیرات کے باوجود عزیزوں اور دوستوں سے امید رکھتا ہے کہ اس کے حال پر کچھ رحم کریں گے اور (اللہ تعالیٰ سے) اس کی لغزشوں کی معافی طلب کریں گے اور (اس کے) گناہوں کی کثرت کی وجہ سے اس کو دعا سے محروم نہیں کریں گے، اگرچہ گنہگار ہے لیکن (اللہ تعالیٰ کی) رحمت کا امیدوار ہے ارحم الراحمین (اللہ تعالیٰ) بھی (رحمت کے) امیدوار گنہگاروں کے حال پر رحمت کی نظر رکھتا ہے، کل (قیامت کے روز) شفاعت بھی گنہگاروں ہی کو نصیب ہوگی جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔ روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے روز حضرت یحییٰ بن زکریا علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰت والتسلیمات کو لائیں گے اور ان کے دیوان (نامۂ اعمال) میں کوئی گناہ (درج) نہیں ہوگا اس کو گنہگاروں کے دیوان (نامۂ اعمال) میں رکھیں گے یہاں تک کہ اُن سے حساب لیا جائے گا، مغفرت کی صفت گنہگاروں کے لئے ہے اور ستاری (پردہ پوشی کی صفت) گناہوں اور عیبوں کو چاہتی ہے اور عفو (معاف کرنے کی صفت) تقصیرات کو ڈھونڈھتی ہے، خیریت (نیکی) کے ظہور ۳۰۳
کے لئے شریت (برائی) ہونی چاہئے اور خداوندی کے لئے بندگی درکار ہے ؎

منم کاستاد را اُستاد کردم غلامم خواجہ را آزاد کردم

[میں ہی ہوں کہ جس نے استاد کو اُستاد کر دیا، میں وہ غلام ہوں کہ جس نے خواجہ (مالک) کو آزاد کر دیا۔]

پس بُرائی اور نقص و شر کی وجوہ جسقدر زیادہ ہوں گی حسن و کمال و خیر کی نمائش و ظہور اسی قدر زیادہ ہوگا۔ سبحان اللہ! برائی اور نقص نے اس جگہ حسن و کمال کے معنی پیدا کر لئے، عدماتِ مقیدہ شرارت کے باوجود چونکہ عارضی خیریت (بھلائی) کے وجوہ رکھتے ہیں (اس لئے) یہ اسماء و صفات کے آئینہ دار ہو گئے عدمِ مطلق جو کہ بھلائی کی کوئی وجہ (صورت) نہیں رکھتا (اس لئے) وہ شر محض ہے وہ وجودِ صرف تعالیٰ کے ساتھ تقابل (آمنا سامنا) رکھتا ہے اور اس مرتبۂ مقدسہ کی آئینہ داری کے ساتھ قائم ہے ؎

غلام خویشتنم خواند لالہ رخسارے سیاہ روئی من کرد عاقبت کارے

[ایک لالہ رخسار (محبوب) نے مجھ کو اپنا غلام کہا آخر کار میری سیاہ روئی کچھ کام آہی گئی۔] طویل زمانوں کے بعد ہزاروں عارفوں میں سے کوئی ایک اس کمال کے حصول کے ساتھ ممتاز (ہوتا) ہے اور عدم صرف کی طرف نزول فرماتا ہے اور اسماء و صفات سے خالی محض حضرت ذات تعالیٰ کا مظہر بنتا ہے اور اس کی ہدایت کا نور عرش سے فرش تک چھا جاتا ہے اسی لئے خاک کی پستی اس کی سربلندی کا سبب ہو گئی اور خاکیوں (انسانوں) میں سے خاص حضرات کو قدسیوں (فرشتوں) پر فضیلت دیدی۔ بات دوسری جگہ چلی گئی، مقصود یہ ہے کہ اس ناکارہ کو مقبول اوقات میں دعا کے ساتھ یاد رکھیں اور اس کی لغزشوں کی معافی طلب کریں۔

مکتوب ۱۴۹

مولانا محمد صدیق کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ حزن اس دار (دنیا) کے لئے لازمی ہے اور یہ کہ نسبت اگر ظاہر سے چھپ جائے اور باطن پر جلوہ گر ہو تو مضر نہیں ہے۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰے، برادر عزیز مولانا محمد صدیق کے مکتوبات شریفہ نے پہنچ کر خوشوقت اور مسرور کیا، اللہ سبحانہ آپ کی ترقی و شوق کو زیادہ کرے، شکر و شکایت کے بارے میں جو کچھ آپ لکھتے ہیں وہ واضح ہو جاتا ہے۔ میرے مخدوم: دنیا جدائی کا گھر ہے ملاقات (دیدار) کا مقام آگے آنے والا ہے آیہ کریمہ مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللّٰهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللّٰهِ لَآتٍ [جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنے کی امید رکھتا ہو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ساعت ضرور آنے والی ہے] اس معنی کا پتہ دینے والی ہے پس اُس (اللہ) تعالیٰ کا طالب اس عالم میں سوائے اس کے کہ سوز و گداز کے ساتھ موافقت کرے اور حزن و فکر کے ساتھ موصوف رہے اور کچھ چارہ نہیں رکھتا۔ جب حبیب خدا علیہ و علیٰ آلہ افضل الصلوات والتسلیمات کی صفت دائمی حزن اور متواتر فکر ہو تو دوسروں کو کیا حاصل ہوگا زیادہ سے زیادہ یہ کہ طالب کی تسلی کے لئے بعض وعدہ کئے ہوئے امور کا کچھ نمونہ اس کے باطن پر جلوہ گر کرتے ہیں۔ ع

بلا بودے اگر ایں ہم نبودے [اگر یہ بھی نہ ہوتا تو مصیبت ہوتی]

آپ نئے مہمان (نئی کیفیات) کے گم کرنے سے رنج و الم کا اظہار کرتے ہیں، کوئی ڈر نہیں ہے، اگر ظاہر سے پوشیدہ ہو گیا ہے تو باطن پر جلوہ گر ہے، نفحات میں منقول ہے کہ ایک درویش نے ابو محمد جریری سے کہا کہ میں اُنس کی بساط پر تھا بسط کا ایک دروازہ مجھ پر کھول دیا گیا میں اپنے مقام سے پھسلا اور اس سے محروم ہو گیا، (اب) میں اپنے گم کردہ (مقام) کا راستہ کس طرح پاؤں آپ مجھے اس راستہ کی

رہنمائی کیجئے جو اس (مقام) تک پہنچا دے، ابو محمد روئے اور کہا کہ اے بھائی! سب اس درد میں گرفتار اور اس داغ میں مبتلا ہیں لیکن میں تیرے سامنے چند شعر پڑھتا ہوں جو اس گروہ کے کسی بزرگ نے کہے ہیں ؎

قِفْ بِالدِّیَارِ فَهٰذِهٖ اٰثَارُهُمْ — تَبْكِي الْاَحِبَّةُ حَسْرَةً وَّتَشَوُّقًا
كَمْ قَدْ وَقَفْتُ بِهَا اُسَائِلُ مُخْبِرًا — عَنْ اَهْلِهَا اَوْ صَادِقًا اَوْ مُشْفِقًا
فَاَجَابَنِيْ دَاعِي الْهَوٰى فِيْ رَسْمِهَا — فَارَقْتَ مَنْ تَهْوٰى فَعَزَّ الْمُلْتَقٰى

[تو ان گھروں کے پاس ٹھہر کر۔ ان کے آثار ہیں (جن کے لئے) احباب حسرت و شوق میں روتے ہیں اور میں ان گھروں کے پاس کتنا ہی عرصہ ٹھہرا رہا تاکہ کسی مخبر یا صادق یا مشفق سے ان گھروں) کے مالکوں کے بارے میں دریافت کروں پس محبت کی دعوت دینے والے نے اس کے آثار و نشانات کے بارے میں مجھ کو جواب دیا کہ جس سے تو محبت کرتا تھا تو اس سے جدا ہو گیا اب تو اس مقام سے جا ملا جو نادر ہے یعنی مقام اسماء و صفات سے گذر کر مقام ذات تک پہنچ گیا، جہاں پہنچنا نادر ہے]۔

مکتوب ۱۵۰

شیخ محمد شریف کابلی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس راہ میں فنا پہلا قدم ہے۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی: میرے برادر گرامی مولانا محمد شریف اس ناکارہ کو دعائے خیر سے فراموش نہ کریں اور سنتِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر قائم رہیں اور ہستی موہوم سے پوری طرح خالی ہو کر وہبی وجود کے ساتھ متحقق ہو جائیں اور نیستی کے جال سے ہستی کا شکار کریں اور ہستی اور اس کے توابع کا ظہور کامل ہستی کے بغیر نہیں ہے اور محبوب کے اخلاق کے ساتھ متخلق ہونا تعلقات سے فنا حاصل کئے بغیر ممکن نہیں ہے، اس کے اوپر اور دوسرے کمالات بہت ہیں لیکن وہ سب اس فنا کے ساتھ مشروط ہیں ؎

ہیچ کس را تا نہ گردد او فنا — نیست رہ در بارگاہِ کبریا

[جب تک کوئی شخص فنا نہ ہوجائے اس کے لئے بارگاہِ الٰہی میں باریابی نہیں ہے]

پس فنا اس راستہ میں پہلا قدم ہے ؎

ومن بعد هذا ما تدق صفاته — وما كتمه احظى لديه واجمل

[اور اس کے بعد وہ مقام ہے کہ جس کی صفات کا بیان بہت مشکل ہے اور وہ مقام ہے جس کا چھپانا اس کے نزدیک زیادہ مناسب اور بہتر ہے]۔

۳۰۵

مکتوب ۱۵۱

ملا نعمت اللہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ نسبتِ باطن جسقدر قوی ہوتی جاتی ہے احکامِ شرعیہ کے ساتھ آراستگی اسی قدر زیادہ ہوتی جاتی ہے۔

برادرم مولانا نعمت اللہ کے خطوط نے موصول ہو کر خوشوقت کیا، جمعیت و استقامت کے ساتھ رہیں فان الاستقامة فوق الکرامة [پس بیشک استقامت کرامت سے اوپر (افضل) ہے] اور موہوم ہستی سے نکل کر دائمی نیستی کے ساتھ موصوف ہو جائیں تاکہ مطلوبِ حقیقی کی ہستی جلوہ فرمائے اور سالک کو اپنے آپ سے لیجا کر (وارفتہ کر کے) خود اپنی ذات کے ساتھ حاضر ہو جائے، یہ معنی ذوقی اور وجدانی ہیں کہنے اور لکھنے میں اچھی طرح نہیں آتے اور نظر و فکر سے یہ معما حل نہیں ہوتا کہ احکامِ شرعیہ کا مکلف ہونے کے باوجود نہ ہونا کس معنی سے ہے اور ہونا اور نہ ہونا ایک وقت میں کس طرح ہوگا۔ عرفت ربی بجمع الاضداد [میں نے اپنے رب کو اضداد کے جمع کر دینے سے پہچانا]۔ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ ہر چیز میں رحمت ہے سوائے عشق کے کہ اس میں رحمت نہیں ہے، مارتے ہیں اور مرے ہوئے سے خونبہا طلب کرتے ہیں یعنی گم شدہ سے احکامِ بندگی معاف نہیں کرتے۔ عجب معاملہ ہے کہ جسقدر یہ نسبت عارف پر غالب آتی ہے اس کے احکامِ شرعیہ کے ساتھ آراستہ ہونے میں زیادتی کا سبب بن جاتی ہے اس لئے کہ نفسِ امارہ جو کہ ذاتی طور پر احکامِ شرعیہ کا منکر ہے (اس وقت) مطیع ہو جاتا ہے اور (احکامِ شرعیہ کے ساتھ) آراستگی کا کمال (نفس کے مطمئنہ ہو جانے سے (وابستہ) ہے اور شریعت (کے کاموں) میں سستی کرنے والا شخص جو اس نعمت کا دعویٰ کرتا ہے وہ نسبت کی حقیقت سے بے بہرہ ہے، پوست کے ساتھ رہ کر مغز سے عاجز رہ گیا ہے کیونکہ اس نسبت کا کمال اطمینان تک پہنچاتا ہے اور اطمینان کی علامت نازل شدہ احکام کا کامل اتباع ہے اور جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں ہے۔ اللہ سبحانہٗ ہمیں اور آپ کو صاحبِ شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیۃ کی کامل متابعت پر ثابت قدم رکھے۔

مکتوب ۱۵۲

فتح خاں شیر پوری کے نام اس شبہ کے حل میں تحریر فرمایا جو انھوں نے حضرت خواجۂ بزرگ

(خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ کے کلام پر ظاہر کیا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، آپ نے پوچھا تھا کہ "حضرت خواجہ بہاؤالدین قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا روزہ ماسوا کی نفی ہے، پس معلوم ہوتا ہے کہ ماسوا ہے، وہ کیا ہے، وہ حقیقت میں وجود رکھتا ہے یا نہیں؟ اگر حقیقت میں وجود رکھتا ہے تو ہمارے نفی کرنے سے اس کی نفی نہیں ہوگی اور اگر حقیقت میں وجود ص ۳۰۶ نہیں رکھتا تو نفی کرنے کی کیا ضرورت ہے" جواب:۔ حضرت خواجہ قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کی نفیٔ ماسوا سے مراد واللہ اعلم بالصواب ماسوا کے تعلق اور اس کے مقصود ہونے کی نفی ہے بلکہ ماسوا کے شہود و شعور کی نفی ہے جو کہ فنا کا حاصل اور توحیدِ شہودی ہے جو کہ اس راہ کے لئے شرط ہے ماسوا حقیقت میں موجود ہو یا نہ ہو، توحید وجودی کچھ درکار نہیں ہے ماسوا کے وجود کی نفی کی جائے، جو چیز ضروری ہے اور قرب کے منازل تک پہنچنا جس پر موقوف ہے وہ توحیدِ شہودی ہے۔ چاہئے کہ سالک کی بصیرت (باطن) کی آنکھ میں ماسویٰ کا کوئی نام و نشان نہ رہے اور ماسوائے اس کا علمی و حُبّی تعلق ٹوٹ جائے تاکہ قدیم ذات کے انوار کے ظہور کی قابلیت پیدا کرے اور بارگاہ قدس کی طرف کوئی راستہ پالے اور اس کے سوا سب کچھ بیکار ہے۔ یہ بات مسلم ہے کہ جب تک رہائی حاصل نہیں کرے گا نہیں پائے گا۔ ہم کو اشیاء کے وجود کی نفی سے کچھ سروکار نہیں ہے باطنی مرض جو کہ وصول (الی اللہ) کا مانع ہے (اس) کا علاج ہمارے نزدیک سب سے اہم کام ہے اور وہ (باطنی مرض) اشیاء کے ساتھ تعلق و گرفتاری اور ماسوا کا شہود و شعور ہے کیونکہ ولایت کے طریق پر کونی (حادث) علوم معرفتِ الٰہی جل سلطانہ کے ساتھ جمع نہیں ہوتے اور کثرت کا شہود وحدت کے شہود کے ساتھ یکجا نہیں ہوتا (اس لئے) سالک کے لئے ضروری ہے کہ لا کے ساتھ ان امور کی نفی کرے تاکہ ماسوا کا نسیان ہوجائے اور فنا ظاہر ہوجائے ؎

تا بجاروبِ لا نروبی راہ — نرسی در سرائے الا اللہ

[توجب تک لا کی جھاڑو سے راستہ صاف نہیں کریگا الا اللہ کے محل میں نہیں پہنچے گا]

آپ نے لکھا تھا "اگر کہا جائے کہ (ماسوا حقیقت میں) وجودِ مجازی کے سوا وجود نہیں رکھتا (تو اس کا) جواب (یہ ہے کہ) یہی وجودِ مجازی اس کے اپنے مرتبہ میں ہے یا نہیں ہے، اگر ہے تو ہمارے نفی کرنے کا کیا فائدہ اور اگر نہیں ہے تو (بھی) اس کی نفی کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔" (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں وجودِ مجازی چونکہ ذہنوں میں وجودِ حقیقی کے عنوان کے ساتھ راسخ ہوگیا ہے (اس لئے) سالک اس (وجودِ مجازی) کے اس عنوان کی نفی کرتا ہے کہ وہ حقیقی ہے تاکہ مجاز حقیقت کے عنوان کے ساتھ ظاہر نہ ہوجائے اور وجود حقیقی جل وعلا کے ساتھ مشارکت پیدا نہ ہوجائے اور سالک کے لئے سدِ راہ نہ ہوجائے المجاز ینفی

(مجازی نفی کی جاتی ہے) آپ نے سنا ہوا ہوگا۔ آپ نے لکھا تھا "اگر کہا جائے کہ وجودِ موہوم کے سوا اصلاً کچھ نہیں ہے (تو جواب یہ ہے کہ) جب اصلاً کچھ نہیں ہے تو وہم و موہوم کہاں سے ہوگا۔" (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ مرتبہ وہم جو کہ نمودِ بے بود سے عبارت ہے اللہ تعالیٰ کے علم میں کائن (موجود) و ثابت ہے۔ جائز ہے کہ حق سبحانہ عالم کو اس مرتبہ میں جو کہ اس تعالیٰ شانہ کے علم میں ہو وجود (موہوم) کے ساتھ پیدا فرمائے اور خارج میں بالکل نہ ہو۔ اس معنی کی تحقیق ان بزرگوں کی کتابوں میں مذکور ہے۔

آپ نے لکھا تھا "اگر وجود ظلی کہا جائے تو جواب یہ ہے کہ ایک وجہ سے ہوگا اور ایک وجہ سے نہیں ہوگا اور یہ نفی اس وجہ میں ہے جو کہ نیستِ ہست نما ہے (یعنی بظاہر ہست ہے اور حقیقت میں نیست ہے) لہذا نفی کی نفی کرنا بے فائدہ ہے۔" (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ چونکہ سالک نے نیستِ ہست نما (عدم وجود نما) کو ہستِ حقیقی کے عنوان کے ساتھ تصور کیا ہے اور اس بے بنیاد پر طویل بنیاد رکھی ہے (اس لئے) اس کے اس عنوان کی نفی کرتا ہے کہ وہ حقیقت میں ہست ہے تاکہ ذوق و حال کی رو سے اس کی ذاتی نیستی ظاہر ہو جائے اور ہستِ حقیقی (کی بلندی) پر چڑھنے کے لئے زینہ ہو جائے اور ظل سے اصل کی طرف کوئی شاہراہ کھل جائے۔

مکتوب ۱۵۳

حاجی حسین کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ فنا و بقا سے مقصود ماسوی کی گرفتاری کا زائل ہونا اور خالص بندگی ہے نہ کوئی اور بات۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب حاجی حرمین شریفین اس دور افتادہ دوست سے سلام عافیت انجام پڑھیں، مکتوب شریف موصول ہو کر مسرت کا سبب ہوا، پسندیدہ احوال اور سنجیدہ اذواق و مواجید (کیفیات) کے مطالعہ نے خوشی پر خوشی بخشی، اللہ تعالیٰ بے اندازہ ترقیات عطا فرمائے اور تازہ علوم و کیفیات بخشے۔ میرے مخدوم! چونکہ یہ دنیا عمل کرنے کی جگہ ہے اور کھیتی اور کام کرنے کا مقام ہے عمل کی کثرت میں پوری پوری کوشش کرنی چاہئے اور اس کی کمیت و کیفیت (مقدار و صفت) کی زیادتی میں کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ فنا و بقا سے مقصود حق سبحانہ کے ماسوا کی گرفتاری کا زائل ہونا ہے جو کہ معبودِ حقیقی کی مقدس بارگاہ کی طرف دائمی توجہ کی مانع ہے اور اعمال و طاعات میں آسانی حاصل ہونا اور شرکِ خفی کی باریکیوں سے عبادات کا پاک (خالص) ہونا ہے، فنا کے حصول اور عدم ہونے کی دید سے بندہ غائب

اور معدومِ مطلق نہیں ہو جاتا اور بندگی کے حلقہ سے سر باہر نہیں نکالتا (ترک نہیں کرتا) اور جانب بقا میں بھی (بندہ) حق جل وعلا کے ساتھ حقیقت میں ایک اور متحد نہیں ہو جاتا، مقصود بندگی کی صفائی (خالص ہونا) اور معاملہ میں اُس (اللہ) سبحانہ کے ساتھ اچھا ہونا ہے، یہ معنی فنا میں (تو ظاہر ہے اور بقا میں بھی چونکہ اتحاد کی دید (متحد دیکھنا) ہے پس انا عند ظن عبدی بی [میں اپنے بندہ کے گمان کے نزدیک ہوں] کے مقتضا کے مطابق گویا کہ حضرت معبودِ تعالیٰ یہ لباس پہن کر عابدیت میں آگیا ہے اور یہ مسلّم ہے کہ جو کچھ اس مقدس بارگاہ کے ساتھ منسوب ہے کامل ترین و مکمل ترین ہے؛ لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک [میں تیری ثنا پوری طرح ادا نہیں کر سکتا تو ایسا ہے جیسا کہ تو نے خود اپنی ثنا کی ہے] پس جو عبادت کہ بقا کے وقت میں ہوگی وہ کامل ترین و مکمل ترین ہوگی۔

مکتوب ۱۵۴

میرزا عبید اللہ کے نام اُن کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا جو کہ اُن کے عریضہ میں درج تھے۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: جو مکتوبِ گرامی آپ نے شیخ نور الدین درویش کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچا اس کے مطالعہ سے لطف اندوز ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "ان دنوں میں نماز ادا کرنے کے دوران ایک ایسی حالت پیش آتی ہے جو کہ اس سے قبل نہیں تھی ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ جسم حرکت میں دوسرے جسم کے تابع ہے جیسا کہ کپڑا بدن کے تابع ہے اور یہ حالت ہرگز نظر سے پوشیدہ نہیں ہوتی اور بعض اوقات نماز سے باہر (بھی) حرکت و سکون میں یہی حالت (ہوتی) ہے" میرے مخدوم! یہ حالت نہایت اعلیٰ ہے جس طرح کہ نماز کو غیر نماز پر فوقیت ہے (اسی طرح) نماز کی حالت کو بھی بغیر نماز کی حالت پر فوقیت ہے اور یہ دوسرا جسمِ متبوع جو کہ آپ نے لکھا ہے ممکن ہے کہ وجودِ موہوب کی مثالی صورت ہو جو کہ ولادتِ ثانیہ کے ساتھ وابستہ ہے کہ اس اسم کے ساتھ جو کہ اس سالک کا مبدأ تعین ہے فنا و بقا ثابت ہونے کے بعد وہ وجود حاصل ہوا ہے اور عارف کا باطن بن گیا ہے اور اس کے عالمِ خلق و امر کے لطائفِ عشرہ اس (باطن) کی بہ نسبت ظاہر کہلائے ہیں اور یہ ظاہر و باطن اس ظاہر و باطن کے ماسوا ہے جو کہ قوم میں متعارف ہے کہ یہ لوگ عالمِ خلق کو ظاہر کہتے ہیں اور عالمِ امر کو باطن کا نام دیتے ہیں اور یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ عارف ظاہر میں خلق کے ساتھ اور باطن میں حق جل وعلا کے ساتھ ہے ؎

از بروں درمیانِ بازارم　　وز درون خلوتے ست بایارم

[میں ظاہر میں بازار کے درمیان ہوں اور باطن میں اپنے یار کے ساتھ خلوت میں ہوں] اس سے مراد متعارف (مشہور) ظاہر و باطن ہے اور تصفیۂ باطن اسی معنی سے کہتے ہیں کیونکہ تصفیۂ باطن پہلے معنی کے لحاظ سے کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور مطلوب کے ساتھ اس کی نگرانی و توجہ صورت پذیر نہیں ہوتی اس لئے کہ توجہ ونگرانی (ایک دوسرے سے) علیحدہ وجدا ہونے کی خبر دیتی ہے اور یہ باطن جو کہ ظاہر کے لئے قیوم کا حکم رکھتا ہے اگرچہ عالمِ اجسام میں سے نہیں ہے لیکن معنوی (باطنی) امور اس راہ میں بہت ہیں جو کہ مثالی صورت میں اجسام کے عنوان سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "باوجودیکہ عرض کیا ہے کہ اپنے ساتھ منسوب نسبت وہمیہ اصل کے سپرد ہے اور یہ حال جو عرض کیا گیا ہے اس کے متضاد ہے"

میرے مخدوم! ان دونوں حالتوں کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے، ہو سکتا ہے کہ نماز کی مذکورہ بالا حالت بقا پر مترتب ہو اور نسبتِ وہمیہ کا (اصل کے) سپرد کرنا فنا ہے اور فنا کو بقا کے ساتھ کوئی تضاد نہیں ہے فنا و بقا ہمارے نزدیک دائمی ہے عین فنا (کی حالت) میں باقی ہے اور عین بقا (کی حالت) میں فانی ہے کیونکہ فنا مطلوب کے ماسوا سے ہے اور بقا مطلوب کے ساتھ ہے، آپ کا یہ شبہ صاحبِ نزہت کے شبہ کی مانند ہے کہ اس نے قوم (صوفیہ) کے مقرر اصول کو غلط کہا اور اعتراض کیا ہے اور کہا ہے ؎

گویند عنانِ خود چہ تابی — گم شو کہ چو گم شوی بیابی
ایں نکتہ نمود ناصوابم — چوں گم شوم آں ہمے چہ یابم ص ۳۰۹
یا بندہ اگر کسے دگر خواست — از گم شدنم بس اوچہ می خواست

[لوگ کہتے ہیں کہ تو اپنی باگ کیا موڑتا ہے (بلکہ) تو گم ہو جا کہ جب تو گم ہو جائے گا تو پا لیگا مجھ کو یہ نکتہ درست معلوم نہیں ہوتا (کیونکہ) جب میں گم ہو جاؤں گا تو اس وقت میں کیا پاؤں گا۔ پانے والا اگر کسی دوسرے کو چاہتا تھا تو پھر وہ میرے گم ہونے سے کیا چاہتا تھا۔]

پس اعتراض بھی دور ہو جاتا ہے کیونکہ گم ہونا جو کہ فنا ہے یہ ماسوا کی نسبت سے ہے اور پا لینا جو بقا سے (متعلق) ہے حق تعالیٰ کی نسبت سے ہے اور ان دونوں کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے، اس فقیر نے اس مطلب کو کسی کاغذ (مکتوب) میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اگر کوئی پوشیدگی رہ جائے تو وہاں رجوع کریں۔ ہمارے مخدوم! آئندہ غیبی امور اور مُردوں کے احوال میں سے جو کچھ ظاہر ہو ضروری نہیں ہے کہ اس کو تفصیل سے لکھیں، اجمال (کے طور پر لکھنا) بھی کافی ہے کیونکہ (یہ) اصلی مطلب سے کچھ زیادہ تعلق نہیں رکھتا لیکن جو چیز نادر درجہ کی ہو اور جو چیز کہ اصلی مطلب کے ساتھ تعلق رکھتی ہو اگر اس کو تفصیل سے لکھیں تو مستحسن ہے اور جس شخص میں طلب کا جذبہ پائیں طرفین کے استخارہ کے بعد

اس کو طریقہ بتادیں اور اگر ہجوم اچھا نہیں لگتا تو صحبت میں کم آدمیوں کو موقع دیں اور احوال کو چھپانے کا طریقہ محمود (اچھا) ہے، (اس کے) پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک بزرگ نے آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب میں دریافت کیا یا رسول اللہؐ! تصوف کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا تصوف دعووں کو ترک کرنا ہے اور معانی (باطنی حالات وکیفیات) کو چھپانا ہے۔ اور آپ نے جو مقام فردیت کی بشارت حاصل ہونے کے بارے میں لکھا تھا وہ مبارک ہے لیکن آپ نے یہ نہیں لکھا کہ آپ نے اس کے آثار اپنے اندر کچھ پائے ہیں یا نہیں، البتہ آپ نے اس قدر لکھا ہے کہ اس میں مقام ارشاد مقام فردیت سے نیچے منصور ہوا، فقیر بھی اس بارے میں توجہ کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ بیشک عروج کے مراتب میں مقام فردیت مقام ارشاد پر فوقیت رکھتا ہے، ارشاد چونکہ عروج و نزول دونوں کو شامل ہے (اس لئے) فردیت پر فضیلت رکھتا ہے کیونکہ فردیت میں بھی (محض) عروج اور حق تعالیٰ کی طرف رخ ہے، نزول اور خلق کی طرف رخ نہیں رکھتا جو کہ تکمیل و دعوت کا مقام ہے وَلِکُلٍّ وِّجْھَۃٌ [اور ہر ایک کیلئے ایک سمت ہے] ہاں جو شخص کہ فردیت اور قطبیت کے کمالات کا جامع ہو وہ کبریتِ احمر (سرخ گندھک) ہے جیسا کہ ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) شروع میں ان دونوں نسبتوں کے جامع رہے ہیں اس کے بعد وہ کمالاتِ وراثتِ (وراثتِ انبیاء علیہم السلام) کے ساتھ ملحق ہو گئے تھے اور سید الطائفہ (حضرت جنید بغدادی) قدس سرہ بھی (ان دونوں نسبتوں کے) جامع تھے، نسبتِ فردیت ان کو شیخ محمد قصابؒ سے حاصل ہوئی تھی اور نسبتِ قطبیت کو شیخ سری سقطیؒ سے (حاصل کیا تھا) انھوں نے نسبتِ قطبیت کو نسبتِ فردیت کے بالمقابل فراموش کر دیا ہے جیسا کہ انھوں نے فرمایا کہ لوگ جانتے ہیں کہ میں سری (سقطیؒ) کا مرید ہوں نہیں (بلکہ) میں محمد قصابؒ کا مرید ہوں۔

اور الوان وانوار کا ظہور فنا و نیستی کی نسبت کے ساتھ کچھ زیادہ مخالفت نہیں رکھتا اور ان کے ظہور کے وقت اپنے آپ کو ان کے ساتھ مشغول نہیں کرنا چاہئے اگرچہ لذت بخش ہوں، اپنی نسبت کی طرف متوجہ رہنا چاہئے۔ ص ۳۱۰

آپ نے لکھا تھا کہ "واقعات میں دوسرے سلسلوں (کے بزرگوں) کے ساتھ صحبت بہت واقع ہوتی ہے اور (ان کی طرف سے) توجہات بہت معلوم ہوتی ہیں بلکہ بعض اوقات اس قدر واضح انکشاف ہوتا ہے کہ ارواح کو دیکھنے میں ظاہری آنکھ باطنی نظر کے شریک (ہوتی) ہے، وہ اپنے طریقوں کا مکلف بناتے ہیں، اس سے وہم بہت رکھتا ہے وغیرہ وغیرہ" میرے مخدوم! آپ اپنے کام میں مشغول رہیں، اور بزرگوں کا احترام ملحوظ رکھیں لیکن توجہ کے قبلہ کو منتشر نہ کریں اور توجہ کو ایک جانب قائم رکھیں

(یہ حضرات) بزرگ ہیں (حال کے اندر) ظاہر ہونے کی صورت میں شفقت کرتے ہیں، جو شخص ایک جگہ (تعلق رکھتا) ہے وہ ہر جگہ (سے فیض حاصل کر لیتا) ہے اور جو شخص ہر جگہ (تعلق رکھتا) ہے وہ کسی جگہ (سے بھی فیضیاب) نہیں ہے۔ جاننا چاہیے کہ اس راہ کے اس طالب پر جو کسی شیخ کا مرید ہو چکا ہے ظاہر ہو جائے کہ اس کو کوئی نسبت یا نور کسی دوسرے بزرگ سے پہنچا ہے تو اس کو چاہیے کہ اس نسبت کو اپنے پیر سے جانے کہ جس نے اس بزرگ کی شکل میں ظاہر ہو کر فائدہ پہنچایا ہے اور اعتقاد کرے کہ اس کا پیر جامع ہے اس کے لطائف میں سے کسی لطیفہ نے جو کہ اس بزرگ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اپنے آپ کو اس بزرگ کی صورت میں ظاہر کیا ہے، یہ (دوسرے بزرگ سے فیض سمجھنا) طالبین کی غلطیوں میں سے ہے، آپ خود تو محفوظ ہیں لیکن دوستوں کو اس باریکی سے آگاہ کر دیں، شیطان طاقتور دشمن ہے ایسا نہ ہو کہ اس ذریعہ سے طالبین کی توجہ کے قبلہ کو منتشر کر دے اور مطلوب تک پہنچنے سے روک دے بلکہ راستہ ہی سے گمراہ کر دے۔

میرے مخدوم! آپ کا ایک مکتوب اس سے کچھ مدت پہلے پہنچا تھا وہ آپ نے ترک (گوشہ نشینی) سے پہلے لکھا تھا اس کے بعد اس خط کے سوا جس کا جواب لکھا گیا آپ کا اور کوئی خط نہیں پہنچا اور اس خط میں ترک و استنکاف (خلوت و علیحدگی اختیار کرنا) اور اس وضع سے جو آپ رکھتے تھے کامل بے رغبتی کا شوق بہت زیادہ (درج) تھا اور آپ نے اس بارے میں ابتدائی امور کی کچھ تفصیل بیان کی تھی اور نیز اس خط میں درج تھا کہ "ان دنوں میں گریہ و حیرت و عاجزی و محتاجی بہت زیادہ ہے اور ارادہ و غنا (بے نیازی) و طاقت و ہمت (حوصلہ) جو کہ شروع میں معلوم ہوتی تھی بہت کم ہے (پہلے) اسباب کے واسطہ کے بغیر مسبب علمی نظر میں تھا اب وہ اسباب کے قیوں میں ہے پہلے صنعت صانع کی مدلول (جس چیز سے صانع پر دلالت کی جائے) تھی، اب قضیہ برعکس ہے (پہلے) ایک شعور کی آرزو تھی اب آرزو کے شعور کا زوال ہے (پہلے) فنا کو بقا پر قبول کرتا تھا اب (صرف) بقا کا انتخاب کرتا ہے (پہلے) صفات کو تحقیق کی رو سے بالکل عین ذات جانتا تھا اب ان امور میں وجود کا متضاد ہونا مفہوم ہوتا ہے (پہلے) صحو کی آرزو معتبر تھی، اب دل سکر کا گرویدہ ہے (پہلے) جلوت و محافل (لوگوں اور محفلوں میں ہونا) و سیر و سفر اچھے لگتے تھے اس زمانے میں گوشے (خلوت گاہیں) اور اقامت (گھر پر رہنا اور سفر نہ کرنا) اور بیٹھے رہنا ص ۳۱۱
ہمت کو اچھا لگتا ہے۔" میرے مخدوم! معاملہ ابتدا سے جس قدر دور ہوتا جاتا ہے مذکورہ امور رونما ہوتے جاتے ہیں، ابتدا کی طرف رجوع کرنا ہی انتہا ہے (اس خط میں) درج تھا کہ "سلوک قدمی کا مرتبہ اور سلوک نظری کا رتبہ بظاہر کسی فرق کے بغیر ایک ہی معنی میں ہو گا یا نہیں؟" ایک ہی معنی میں نہیں ہے جیسا کہ حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) نے مکتوبات شریفہ میں اس معنی کو تفصیل سے لکھا ہے وہاں ملاحظہ کر لیں،

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والبرکات العلیٰ وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین وعلیٰ کل الملائکۃ المقربین وسائر الصالحین آمین۔

مکتوب ۱۵۵

شیخ عرب بخاری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ظاہر کی تعمیر باطن کی تخریب ہے اور یہ کہ جو حالت نماز میں پیش آتی ہے وہ انتہا کی خبر دینے والی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً ومصلیاً، برادر عزیز شیخ عرب اس دلفگار درویش کا سلام عافیت انجام پڑھیں، آپ کے ارسال کردہ خط نے مسرور کیا، اللہ سبحانہ کا حمد و شکر ہے کہ ظاہری عافیت اور باطنی شادابی و دلجمعی کے ساتھ سعادت یافتہ ہیں، اللہ تعالیٰ ترقیات نصیب فرمائے اور زیادہ سے زیادہ عطا کرے من استوی یوماہ فھو مغبون (جس شخص کے دو دن برابر ہو گئے یعنی دوسرے دن ترقی نہیں کی، وہ خسارے میں ہے) اپنے اوقات کو وظائف بندگی کے ساتھ مصروف رکھیں اور اس قلیل فرصت میں باطن کی تعمیر اور اس کی تنویر (صفائی وجلا) میں مشغول رہیں افسوس در افسوس کہ ظاہر کی تعمیر باطن کی تخریب کا سبب ہے اور اس کے برعکس (باطن کی تعمیر ظاہر کی تخریب کا سبب) ہے اور ہم بوالہوس لوگ ظاہر کی تعمیر کے درپے ہیں پس ہم باطن کی کیا خبر رکھیں گے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: فانی بعثت بخراب الدنیا ولم ابعث بعمارتھا (میں دنیا کی خرابی (یعنی اس سے توجہ کو ہٹانے) کے لئے بھیجا گیا ہوں اس کی تعمیر (اس کی طرف مشغول کرنے) کیلئے نہیں بھیجا گیا)۔

آپ نے لکھا تھا کہ "پانچوں نمازوں کے دوران عجیب کیفیت پیش آتی ہے اور نیستی (فنائیت) کی دید ہمیشگی کے طور پر ہے خاص کر ذکر و مراقبہ کے وقت میں نہ وجود کا کوئی نشان نظر میں آتا ہے اور نہ عدم کا، کسی کام کا ارادہ دل میں نہیں آتا" میرے مخدوم! (یہ) احوال سنجیدہ اور پسندیدہ ہیں خاص طور پر وہ حالت جو کہ نماز ادا کرنے کے دوران پیش آتی ہے بہت عمدہ ہے اور اس کی کیفیات انتہا کی خبر دینے والی ہیں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۵۶ ۳۱۲

اپنے پیرزادے خواجہ محمد عبید اللہ کی خدمت میں اس بارے میں کہ فنا و توحید و تجلی ذات کے ماوراء دوسرے معاملات بہت ہیں اور نماز کے بعض کمالات کے بیان اور حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری قدس سرہٗ

کے اس کلام کی شرح میں کہ انھوں نے فرمایا ہے فنائیت کے بعد ہواجس ووساوس (شیطانی و
نفسانی خطرات) کا ظہور مضر نہیں ہے، تحریر فرمایا:

بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ: مخدوم زادہ کے خدام کے لئے اخلاص کے ساتھ دعا کرنے والوں میں سے کمترین کی عرض دعا و نیاز قبول فرمائیں، آپ کے عنایت نامۂ گرامی نے مشرف فرمایا، امید ہے کہ اسی طریق پر دور افتادہ دوستوں کو تازہ الطاف و معارف سے نوازتے رہیں گے، یہ گنہگار تباہ کار نہایت شرمندگی و خجالت کی وجہ سے جو کہ باری تعالیٰ کی مقدس بارگاہ سے رکھتا ہے اپنے آپ کو اس کے لائق نہیں جانتا کہ تحقیق یا تقلید کے ساتھ اُس بارگاہِ مقدس کے اردگرد کی کوئی بات زبان یا قلم پر لائے اور اسی وجہ سے بعض اوقات عنایت ناموں کے جواب ارسال کرنے میں کوتاہی ہو جاتی ہے لیکن اس وقت (آپ کے) امر شریف کے مطابق جرأت کرتا ہے اور جو کچھ اس احقر کی ناقص سمجھ میں آتا ہے لکھتا ہے اور کوتاہیوں کی معافی کی امید رکھتا ہے۔ میرے مکرم! کامل درجہ کی فنا تجلی ذات کے بغیر میسر نہیں ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ تجلی ذات (کے ظہور) سے ماوراء دوسرے معاملات بہت ہوں کہ (اس) سعادتِ عظمیٰ کا حاصل ہونا ان کے ساتھ وابستہ ہو اور (ہو سکتا ہے) انبیائے کرام علیہم الصلوات والبرکات کے درمیان آپس میں (ایک دوسرے پر) فضیلت دینے والی چیز بھی یہی معاملات ہوں۔ بیشک انبیاء کا طریقہ نیستی (فنائیت) و گذشتگی (گذرجانا) و آزادی ہے لیکن حقیقتِ انبیاء علیہم التحیات والتسلیمات بظاہر اس کے ماوراء ہوگی طریقت سے حقیقت تک بہت فرق ہے فنا فی نفسہٖ مطالبِ مقصودہ میں سے نہیں ہے، مقصود اصلی دوسرے امور ہیں کہ فنا ان کے لئے شرط ہے
پ ۳۰ ع ۸ ۲۶ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ (اور رغبت کرنے والوں کو چاہیئے کہ ضرور اس میں رغبت کریں) اگرچہ جو صاحبِ نفی نقطۂ نفی کے انتہائی درجہ تک نہیں پہنچا ہے وہ مجملاً اثبات سے کچھ حصہ رکھتا ہے اگرچہ تھوڑا سا ہی ہو لیکن ایک حصے سے دوسرے حصہ تک بہت فرق ہے، وہ لوگ جن کی اصلی فطرت نفی کے مقام سے ہے اگرچہ وہ اثبات کے مقام سے کسی قدر حصہ رکھتے ہیں لیکن یہ حصہ طفیلی ہے ذاتی نہیں ہے جو کچھ ان کا ذاتی حصہ ہے وہ نفی و منتفی ہوتا ہے اور جو لوگ کہ فطری استعداد کے مطابق اثبات کے مقام سے کچھ حصہ رکھتے ہیں نفی ان کا طفیلی حصہ ہے، اثبات کے ضمن میں جو کہ اس جماعت کا ذاتی حصہ ہے نفی بھی حاصل
ص ۳۱۳ ہو جاتی ہے ان دونوں حصوں میں بہت زیادہ فرق ہے، ان معاملات میں سے جو کہ مقام اثبات سے تعلق رکھتے ہیں اور ان میں کچھ تقلید کی راہ سے اور کچھ تحقیق کی راہ سے اس بے حاصل کی سمجھ میں آئے ہیں اگر کچھ بیان کرے تو قریب ہے کہ نزدیک کے لوگ دوری تلاش کریں اور ڈرتا ہے کہ اس کے حق میں قطع البلعوم (گلا کاٹ دیا جائے) صادق آئے

سراپا آتشی امشب قدح گو دیگرے پُر کن ۔۔۔ کہ خواہد سوخت مجلس تا تو مے در جام خواہی کرد

[توحید کی رات سرتاپا آگ ہے اس لئے کسی دوسرے کو کہہ دے کہ پیالہ پُر کرے کیونکہ اگر تو پیالہ میں شراب ڈالیگا تو مجلس جل جائیگی]

اس مقام میں اس قاصر کے (میرے) گمان میں توحید ذاتی اور کثرت میں وحدت کے شہود کا کوئی نام ونشان ظاہر نہیں ہے اور اسی طرح مخلوق کے ارشاد (ہدایت) کے لئے اس مقام سے کامل نزول کے بعد کثرت میں وحدت کا شہود نہیں سمجھتا اور ضروری نہیں جانتا اور مبتدی اور غیر مرجوع یعنی نزول کی طرف رجوع نہ کرنے والے اور مرجوع یعنی جو نزول کی طرف رجوع کرنے والے متوسط کو اس معرفت میں کوئی فرق نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اگر کثرت کے آئینوں میں شہود مطلوبِ حقیقی ہے اور نفی کے لائق نہیں ہے تو مبتدی اور متوسط کو یہ معرفت نقصان دہ کیوں ہو اور اس کی نفی میں کوشش کیوں کی جائے اور اگر مطلوبِ حقیقی نہیں ہے اور قابلِ نفی ہے جیسا کہ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ "جو کچھ دیکھا، سنا اور جانا گیا ہے وہ سب غیر ہے کلمہ لا کی حقیقت کے ساتھ اس کی نفی کرنی چاہئے" تو منتہی مرجوع (نزول کی طرف لوٹے ہوئے) کو کیوں اس سے چارہ نہیں ہوتا اور کس قصور میں اس کو غیر مطلوب کے مشاہدہ سے آرام دیتے اور اس غیر واقع معرفت کو اس پر ظاہر کرتے ہیں؟ اور اطلاق کی فضا میں آزادی حاصل کرنے کے بعد اس کو تنگ کوچہ (توحید وجودی) کے قید خانہ میں کیوں قید رکھتے ہیں؟ جیسا کہ ہمارے خواجہ حضرت مؤید الدین الرضی (باقی باللہ) قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ توحیدِ (وجودی) تنگ کوچہ ہے شاہراہ اور ہی ہے۔ اس عبارتِ شریفہ سے دو چیزیں حاصل ہوتی ہیں ایک یہ کہ توحیدِ (وجودی) مطالب میں سے نہیں ہے (بلکہ) مطلوب کا راستہ ہے کیونکہ مطلوب کوچہ وشاہراہ کے ماوراء ہے، دوسری چیز یہ کہ یہ ایک بہت تنگ راستہ ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مطلوب سے باز رکھتا ہے اور یہ عبارت اس پر دلالت نہیں کرتی کہ کامل ترین فنا اور پوری طرح نزول کے بعد یہ معرفت ضرور ظاہر ہونی چاہئے۔ اگر لوگ کہیں کہ "کثرت کے آئینوں میں اگرچہ مطلوب کلی طور پر مشہود نہیں ہے لیکن اس کے ظہورات ہیں جو کہ جزئیت کے عنوان کے ساتھ مشہود ہوتے ہیں، پس مبتدی ومتوسط چونکہ مطلوب تک نہیں پہنچے ہیں شاید اس معرفت کے ظہور کے وقت جزئی شہود کے ساتھ کلی شہود سے باز رہ جائیں اور منتہی چونکہ مطلوب کو پہنچ چکا ہے اس لئے اس کے رجوع کے بعد مدتِ دعوت کی تکمیل کے زمانہ تک اگر اس کو ان جزئی مشاہدات کے ساتھ مانوس رکھیں تو اس کی گنجائش ہے (وہ) غیر مطلوب کو مطلوب نہیں جانے گا اور اس کے ساتھ کامل طور پر آرام نہیں لے گا اور تنگ کوچہ (توحیدِ وجودی) کا مقید نہیں ہوگا کیونکہ فضائے اطلاق میں آزادی حاصل ۳۱۴
کر چکا ہے اور مطلوب کو جیسا کہ وہ ہے پا چکا ہے اور جانتا ہے کہ یہ شہود اس کی تسلی کے لئے ایک مقررہ مدت تک عطا کیا گیا ہے" (اس کے جواب میں) ہم کہیں گے کہ جو منتہی انتہا کے کامل درجہ تک نہیں پہنچا ہے

ممکن ہے کہ وہ اس رجوع کے بعد ان جزئی مشاہدات کے ساتھ خوش ہو جائے لیکن جو عارف کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات و اکابر اولیائے کرام رضی اللہ عنہم کے کمال تک پہنچ چکا ہے اور اصل سے کچھ شرف حاصل کر چکا ہے اگر وہ عالم کی طرف نزول (رجوع) کرے تو وہ اس قسم کے مشاہدات پر کیوں فریفتہ ہوگا اور اس شہود کے ساتھ کب مانوس و گرویدہ ہوگا اور نیز جو منتہی کہ کمال کے کامل درجہ تک پہنچ چکا ہے اور اس نے یقینِ کامل کے ساتھ جان لیا ہے کہ جو کچھ موجودات کے آئینوں میں ظاہر ہوتا ہے وہ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ
۲۴ / ۳۹ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً [وہ ایک چٹیل میدان میں چمکتی ہوئی ریت کی مانند ہے جس کو پیاسا آدمی پانی گمان کرتا ہے] کی قسم سے ہے اور غیر مطلوب ہے اور مطلوب اس سے وراء الوراء ہے پس وہ غیر مطلوب کے ساتھ کیسے مانوس ہوگا اور یہ معرفت کس لئے اس پر ظاہر ہوگی، کسی نے خوب کہا ہے، ؎

تو در عالم نمی گنجی ز خوبی   مرا ہرگز کجا گنجی در آغوش

[تو سارے عالم میں خوبی کی وجہ سے نہیں سماتا تو پھر میری آغوش میں بھلا کہاں سما سکتا ہے]

ایک درویش نے کسی وقت میں عالمِ امکان کی موجودات مثلاً زمین، بادل، آسمان، سورج، نباتات اور حیوانات سے دریافت کیا کہ اربابِ وحدۃ الوجود تمہارے آئینوں میں جو کچھ شہود و مشاہدہ ثابت کرتے ہیں کیا یہ درست ہے اور مطلوب تم میں جلوہ گر ہے؟ سب نے الگ الگ اس (اللہ) تعالیٰ کی تقدیس و تنزیہ (پاکی) بیان کی اور ظاہر کیا کہ ہم پر یہ تہمت مت لگاؤ ہمیں اس کی کیا طاقت کہ اس کا مظہر و آئینہ ہونے کا دعویٰ کریں، وہ سبحانہ اس بلندی شان اور تنزیہ کے باوجود ہم میں کس طرح ظہور فرما ہوگا۔

ع منہ تہمت سایہ بر آفتاب [تو آفتاب پر سایہ کی تہمت مت رکھ]

انھوں نے اپنے آپ کو محض خالی اور صرف سادہ ظاہر کیا۔ آسمان کی حقیقت نے دوسروں کی حقیقتوں سے پہلے اس دعویٰ سے برئیت ظاہر کی اور عاجزی و زاری و ذلت کے کامل اظہار کے ساتھ پیش آیا، اور چونکہ کچھ لوگ اس بیچارے سرگردان (آسمان) کے ساتھ غیر واقع امور کو منسوب کرتے ہیں اور کوئی حوادث اور اس قسم کے امور کو اس کی طرف لوٹاتے ہیں اس وجہ سے اس پر اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کی ہیبت کا اسقدر غلبہ تھا کہ وہ اس کو بیان نہیں کر سکتا تھا خوف و خجالت سے پگھل کر پانی ہوا جاتا تھا، اس اثنا میں سورج نے بھی اپنی عبادت (پوجا) کرنے والوں سے برئیت ظاہر کی اور بیان کیا کہ اس جماعت نے مجھ کو شرمندہ و رسوا
۳۱۵ کر دیا ہے میں اس نامرادی و سرگردانی کے ساتھ اور یہ اس (میری بندگی کے) مقام میں (وہ آفتاب) لرزاں و نالاں تھا۔

(اب) ہم اصل بات کی طرف جاتے ہیں، کامل مرجوعین (واپس لوٹنے والوں) کا انس (لگاؤ) محبوب کی طاعات و عبادات اور اس کی مخلوقات کے حقوق کی ادائیگی میں ہے، خاص طور پر نمازیں جو کہ

مؤمن کی معراج ہے اس حد تک خاص اُنس رکھتے ہیں کہ اس (نماز) کے باہر گویا معطل اور بیکار رہیں۔ حدیث ارحنی یا بلال [اے بلال مجھ کو (نماز کہہ کر) راحت پہنچاؤ] اور حدیث قرۃ عینی فی الصلوٰۃ [میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے] اسی کا اشارہ ہے، خاص طور پر وہ لوگ جو کہ محبوبیتِ ذاتیہ کے ساتھ مشرف ہیں اور ولایتِ خاصۂ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے ساتھ واصل ہو گئے ہیں، ان کا اُنس طاعت میں ہے اور ان کی ہمت نماز کی تکمیل پر مصروف ہے، بلند ہمتی سے شہود و مشاہدہ کی طرف متوجہ بھی نہیں ہوتے کیونکہ انھوں نے یقین کے ساتھ جان لیا ہے کہ اس عالم کے مکشوفات و مشہودات مطلوب کے ظلال ہی عین مطلوب نہیں ہیں، اور مطلوبِ مطلق (ذاتِ حق تعالیٰ) ان مقیدات و مشاہدات سے پاک و بری ہے اس لئے ہزاروں شہود و مشاہدہ کو اُس تحریمۂ اولیٰ کے برابر نہیں جانتے جس کو وہ امام کے ساتھ پاتے ہیں اور نماز کے خشوع کی طمانیت کو تجلیات سے بہتر تصور کرتے ہیں البتہ مُحب چونکہ ہمیشہ محبوب کے شہود (مشاہدہ) کا طالب ہوتا ہے اور ہر وقت اس کے وصل و اتصال کا خواہشمند رہے (اس لئے) جائز ہے کہ وہ کمالِ شوق کی وجہ سے محبوب کے ظلال کے ساتھ بھی آرام حاصل کرلے اور اس کے ظہورات کے ساتھ مجتبیں کرے۔ کسی بزرگ نے کہا ہے ؎

بوئے تو از جا جہم مست و بیخود ز ہر سُو کہ آواز پائے برآید

[جس طرف سے بھی کہ تیرے پاؤں کی آواز آتی ہے میں تیری بُو کی وجہ سے مست و بیخود ہو کر اپنی جگہ سے (اس طرف) چل پڑتا ہوں]

محبوب اصل کی کچھ نشانی رکھتا ہے اور ذات کا من حیث ھو [جیسی کہ وہ ہے] گرفتار ہے اور اس گرفتاری کے غلبہ کی وجہ سے دوسرے امور کی طرف متوجہ نہیں ہے جو معاملہ کہ وہ رکھتا ہے اس مقام میں شہود و تجلی کا نام لینا عار (شرم) ہے پس محمدی المشرب کو جو کہ محبوبیت کے زیادہ قریب ہے (اُسے) چاہئے کہ ان مشاہدات سے دُور اور تمام شہودات سے ایک طرف (بے تعلق) ہو جائے خواہ وہ شہود آئینوں میں ہو یا آئینوں سے باہر ہو اور جو عبارت کہ حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ نقشبند بخاری) نور اللہ مرقدہ سے منقول ہے کہ فنا کے بعد ہوا جس وساوس کا ظہور مضر نہیں ہے اس کے محامل (مواقع) اور بھی جو کہ بہت بلند ہیں کیا ضروری ہے کہ (اسے) کسی ایسے محمل (موقع) پر لانا ہیں جو ان بزرگ کے مشرب کے مخالف ہو اور ان حضرت عالی کی عبارت کے ساتھ جو کہ پہلے لکھی جا چکی ہے تضاد رکھتا ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ عبارت اس معنی میں ہو کہ فنا سے مقصود اُس (اللہ) تعالیٰ کے ماسوا کی گرفتاری کا زائل ہونا ہے اور جب فنا و اطمینانِ نفس کے ساتھ یہ معنی حاصل ہو گئے پھر اس کے بعد اگر اشیاء کا علم لوٹ آئے اور وساوس پیدا ہو جائیں تو وہ حضرت سے بیج جاتا ہے کیونکہ اشیاء کا علم جو کہ فی نفسہٖ صفتِ کاملہ ہے

اشیاء کے ساتھ گرفتاری کی وجہ سے مذموم ہوتا ہے اور فنا کے ذریعہ اس گرفتاری سے نجات میسر ہو گئی ۲۱۶
تو اشیاء کا علم ذم (برائی) کی صفت سے نکل گیا اور نیز ہو سکتا ہے کہ اس معنی میں ہو کہ عارف کامل کام کی
تکمیل کے بعد جب عبدیت کے مقام تک پہنچ جاتا ہے تو اس کے لئے افرادِ عالم میں سے ہر فرد اس (اللہ تعالیٰ شانہٗ)
کی مقدس بارگاہ کی طرف شاہراہ ہو جاتا ہے پس خطرات جو کہ پہلے غفلت اور دُوری کا سبب تھے اس وقت
میں جمعیت وحضوری کا سبب بن جاتے ہیں اور خطرات سے خالق خطرات تعالیٰ وتقدس کی طرف ایک راستہ کھل جاتا ہے

؎ دردلِ ما غمِ دنیا غمِ معشوق شود　　بادہ گر خام بود پختہ کند شیشۂ ما

[ہمارے دل میں دنیا کا غم (بھی) معشوق کا غم ہو جاتا ہے، شراب اگر کچی ہو تو ہماری صراحی اس کو پختہ کر دیتی ہے]

اور نیز ممکن کا علم چونکہ عالم کی ذات میں معلوم کی صورت حاصل ہونے کے ساتھ ہے اور معلوم
کے ساتھ عالم کے اثر قبول کرنے کا سبب ہے اس لئے عالم کے تغیر وتلون (بدلتے رہنے) کا سبب ہے جس سے
نقص لازم آتا ہے اور واجب تعالیٰ کا علم حصول کی کیفیت سے پاک وبری ہے پس اگر عارف کامل کا علم
تخلقوا باخلاق اللہ [اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ موصوف ہو جاؤ] کے مصداق اس قسم کا ہو جائے اور
تاثر وتغیر سے رہائی حاصل کر لے اور نقص سے کمال میں آجائے تو بعید نہیں ہوگا کہ اس وقت میں خطرات و
حدیث نفس ہو اور اس سے کچھ بھی تاثر وتغیر نہ ہو، یہ معرفت نہایت عجیب معارف اور نہایت پوشیدہ اسرار
میں سے ہے۔ رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا [اے ہمارے رب! ہم کو اپنے
پاس سے رحمت کا سامان عطا فرما اور ہمارے لئے ہمارے کام سے بھلائی مہیا فرما] وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر
خلقہ محمد وآلہ اجمعین وصل علیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین والملائکۃ المقربین وسائر الصالحین المؤمنین
آمین

مکتوب ۱۵۷

مولانا عبد الغفور سمرقندی کے نام پیر دستگیر اور اُن کے اصحاب کے ساتھ بہت زیادہ محبت کے
اظہار میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ یہ وقت ان کی نسبت شریفہ کے ظہور کی تاب نہیں رکھتا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ کتنی بڑی نعمت ہے کہ کوئی شخص بڑھاپے کے
اوقات میں زہد وطاعات سے آراستہ ہو اور ضعف کے وقت میں طاقتور دشمنوں پر غالب ہو اور اہل اللہ کے
قبول کر لینے کے آثار اس کے طور طریقوں سے ظاہر ہوں اور اس کی پیشانی کے انوار اس معنی کی شہادت
میں نمایاں ہوں۔ آں عزیز (آپ) کی توفیق کی خبریں سننا کامل خوشی اور اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کے

شکر کا باعث ہے اور اس خوشگوار نعمت کی زیادتی کے لئے دعا و امداد کا سبب ہوتا ہے، یہ سب انوار اُس (اللہ) سبحانہ و تعالیٰ کے دوستوں کی نظر کی برکات سے ہیں اور یہ صوری جمعیت جو کہ ظاہر نے ۳۱۷ بندگی کے وظائف کی ادائیگی کے ساتھ حاصل کی ہے اس معنوی نسبت کا اثر ہے جو کہ اُن (اولیاء اللہ) کے باطن سے (اس کے) باطن پر چمکی ہے، جو حضرات کہ حضرت قبلہ حقیقی (والد ماجد یعنی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کی خدمت کے شرف اور پابوسی کی سعادت سے مشرف ہوئے ہیں نہایت عزیز و محبوب اور بہت ہی شریف و مرغوب ہیں کیونکہ یہ حضرات محبوب کے کمالات کے آئینے ہیں اور اس کے جمالِ پاک کی یادگار ہیں، جب کبھی اس جماعت کو دیکھتا ہے ایک ایسی حالت ظاہر ہو جاتی ہے کہ گویا اس قبلۂ طالبانِ خدا کے جمالِ مبارک کو مشاہدہ کرتا ہے اور (جب) اُس صحبت اور اس لِلّٰہ فی اللہ اجتماع کو کہ جس کے مثل تمام دنیا میں نہ تصور کیا جا سکتا تھا اور نہ ہے، دل میں خیال کرتا ہے تو دل پُر آب اور جگر کباب ہو جاتا ہے، آرزو یہی ہے کہ ان حضرات کے ساتھ صحبت رکھے اور حرف و حکایت انہی کے ساتھ کرے لیکن افسوس کہ یہ حضرات دن بدن کم ہوتے جا رہے ہیں اور اس کمی کے باوجود ایک دوسرے سے دور پڑے ہیں ؎

زہجر دوستاں خوں شد درونِ سینہ جانِ من فراقِ ہمنشیناں سوخت مغزِ استخوانِ من

[دوستوں کی جدائی سے میری جان سینہ کے اندر خون ہو گئی، ہمنشینوں کے فراق نے میری ہڈیوں کا مغز جلا دیا ہے]

الخیر فیما صنع اللہ سبحانہ [جو کچھ اللہ تعالیٰ کرتا ہے اسی میں بھلائی ہے] یہ حضرات جہاں بھی ہیں غنیمت ہیں۔ ع

بیادگار بمانی کہ بوئے آں داری [تو یادداشت میں رہیگا کیونکہ تو اس کی بو رکھتا ہے]

اس فراق سوختہ اور دل باختہ عاشق کی حالت یہ ہے کہ جو شخص کہ حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کے وجود کی شمع کے گرد پروانہ کی طرح نہ پھرا ہے اور نشانہ کی طرح اس کی بے مثال توجہ کے تیر کا ہدف نہیں بنا ہے اور اس کی رفتار اور محبوبانہ اداؤں کا شکار نہیں ہوا ہے اور اس کے قدرِ رعنا کی نزاکت کے فتراک (شکار بند) میں نہیں بندھا ہے اور اس کی معشوقوں جیسی شراب کی مانند (نشیلی) آنکھوں کا کشتہ نہیں ہے اور اس کے دلبروں جیسے تبسم کا عاشق نہیں ہے اور جس نے اپنی نازک پیشانی کو اس کے آستانہ عالیہ پر کمال شوق و آرزو کے ساتھ نہیں گھسا ہے اور اس کی درگاہ کے کتوں کی خاکِ پا کو اپنی آنکھوں کا سرمہ نہیں بنایا ہے اور اس کی بندگی کے خط کا نشان جس کی پیشانی پر ظاہر نہیں ہوا ہے اور اس بارگاہ کی غلامی کی زنجیر جس کی جان و تن کی گردن میں ظاہر نہ ہو، اس کے ساتھ نہ بیٹھے اور (اس کے ساتھ) آشنائی نہ کرے اور (اس سے) گفتگو نہ کرے، کیا کروں مجھے ایسا ہی پیدا کیا گیا ہے، میں اپنے اختیار میں نہیں ہوں، محبت کے دیوانے جس جگہ محبوب کی بو پاتے ہیں جان فدا کرتے ہیں اور جس جگہ محبوب کا کوئی نشان نہیں دیکھتے

اس جگہ سے سینکڑوں فرسنگ (دُور) بھاگتے ہیں، جو شخص کہ اس ناکارہ کے ساتھ نشست و برخاست کی رغبت رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ ایسا ہو جائے ورنہ ناکارہ لوگوں کے ساتھ کیا دوستی اور کیسی نشست و برخاست، بارہا دل میں آتا ہے کہ کوئی گوشہ اختیار کر لے اور زمین کی تہ میں کوئی گڑھا پسند کر لے تاکہ جو لوگ مذکورہ اوصاف کے حامل نہیں ہیں نہ اُن کو دیکھے اور نہ اُن کی بات سُنے۔

میرے مخدوم! اس وقت کو اس نسبتِ شریفہ کے اٹھانے کی طاقت نہیں ہے اور قیامت کے ۳۱۸
قُرب اور ظلمات کے پے درپے آنے کی وجہ سے یہ نسبتِ عالیہ روز بروز پوشیدہ ہوتی جارہی ہے اور اس کے انوار چھپتے جارہے ہیں اور اس کے اُٹھانے والے لوگ کم ہو رہے ہیں اور سوائے اس کے کہ یہ شخص کسی گوشہ تنہائی میں جا بیٹھے اور کوئی علاج نہیں رکھتا لیکن یہ بھی اس شخص کے اختیار میں نہیں ہے۔ یا اللہ مجھ کو اُن (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کے محبت کرنے والوں میں سے بنا دے اور اُن سے محبت کرنے والوں کے دیکھنے والوں میں سے بنا دے کہ میں دوسری قوم (جماعت) کے نظارہ کی طاقت نہیں رکھتا۔ والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم

مکتوب ۱۵۸

مولانا محمد حنیف کے نام درد و سوز کے اظہار اور دارِ آخرت کی بقا کے طلب پر دلالت کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، میرے سعادت آثار بھائی مولانا محمد حنیف اس گرفتار آثار سے مشتاقانہ دعائیں قبول فرمائیں۔ آپ کا مکتوب مرغوب اس وقت میں ایک عزیز نے لاہور سے بھیجا ہے اس کے مطالعہ سے خوش وقت ہوا۔ مکتوب گرامی کے مضمون سے شوق کا جاذبہ ظاہر اور طلب کی حرارت آشکارا تھی۔ الحمد للہ سبحانہ علیٰ ذٰلک۔ جسقدر بھی جذبہ حرارت حاصل ہو جائے نعمت ہے، کمال یہ ہے کہ جنون کی حد تک پہنچا دے اور ماسوا سے کلی طور پر چھڑا دے۔ لن یؤمن احدکم حتی یقال انہ لمجنون [تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ہرگز کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کو مجنون نہ کہا جائے] یہ جنون دوستوں کو نصیب ہو اور ان کے طفیل سے اس کا کوئی گھونٹ تلچھٹ پینے والوں کے حلق میں واقع ہو جائے۔ آپ نے اس دیار (سرہند شریف) آنے کے اشتیاق کا اظہار کیا ہے اور اس ناکارہ کے طلب کرنے کا انتظار رکھتے ہیں، میرے مخدوم! اس دیار کے لوگ چونکہ (اپنے) سر میں دوسرے دیار (دارِ آخرت) کا خیال رکھتے ہیں اور اس کی دوری سے ہمیشہ باطن میں سوگوار ہیں، دوستوں کو بھی اُس دیار کی رہنمائی کرتے ہیں اگرچہ (ابتک) اُس دیار کا کوئی نشان ظاہر نہیں ہے اور

اس کے رہنے والوں کا کوئی اثر (علامت) نمایاں نہیں ہے جدائی اور دوری کے سوا اس سے کچھ نصیب نہیں ہے اور سوز و گداز کے علاوہ اس سے کچھ حاصل نہیں ہے ؎

ففی القلب و ساکنہ وانسہم شیون بین جوانحی وضلوعی

[...... میرے پہلوؤں اور میری پسلیوں (دل) میں دیار قرار اور اس کے رہنے والوں کی محبت کے بارے میں بہت

البتہ اگر اس مقام سے گذریں تاکہ جدائی کے ماتم زدوں کے (ہمارے) درد میں شریک اور گم شدگی (فنائیت) کی سوزش کی محفل کے تلخ نوشوں کے ساتھ جرعہ کش ہو جائیں (یعنی آجائیں) تو کیا مضائقہ ہے لیکن اس سب دردِ دوری و سوزِ جدائی کے باوجود عنایات بیش از بیش اور الطاف زائد از پیش ہیں (یہ بھی) عنایت ہی ہے کہ جو اس درد کے ساتھ مانوس رکھتی ہے اور جس نے اس سوز کے ساتھ موافقت دے رکھی ہے ؎

دریں دیار بآں زندہ ام کہ گہ گاہے نسیم عاطفتے زاں دیار می آید

(میں اس دیار میں اس لئے زندہ ہوں کہ کبھی کبھی مہربانی کی نسیم اُس دیار سے آجاتی ہے)

اس جگہ (مقدس بارگاہ) کے لئے جو کہ دار اور کسی دیّار (مکین) سے پاک و بری ہے دیار و دیّار کا اطلاق صنعتِ مشاکلہ کے طور پر ہے یا کنایہ ہے جیسا کہ مشائخ کرام کے کلام میں اس کے مثل آتا ہے ورنہ بیت ۳۱ع

لا و ھو زاں سرائے روز بہی باز گشتند جیب و کیسہ تہی

[لا اور ھو (فنا و بقا) اس مقدس بارگاہ سے اس حال میں واپس لوٹتے ہیں کہ ان کی جیب اور تھیلی خالی ہوتی ہے]

مکتوب ۱۵۹

شیخ حسن کے نام نعمت کے شکر پر رہنمائی کرنے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کے مکر (تدبیر) سے ڈرنے کے بارے میں تحریر فرمایا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ - برادرِ عزیزم شیخ حسن احسن اللہ سبحانہ حالہ و حصل اٰمالہ [اللہ تعالیٰ اس کے حال کو اچھا کرے اور اس کی امیدوں کو پورا فرمائے] اس دل فگار درویش سے سلامِ عافیت انجام پڑھیں آپ کی توفیق (ہمت) اور طالبین کے اجتماع کی رونق اور اطوار و عادات کی استقامت اور حلقۂ ذکر و فکر کی پابندی کی خبروں کا سننا دوستوں کی مسرت کا سبب اور ان کے مزید شکر و حمد کا باعث ہوتا ہے، زمانہ کے اس جزو (حصہ) میں جو کہ قربِ قیامت کا وقت ہے اہل اللہ کا اس قسم کا اجتماع اور للہ فی اللہ صحبت بہت بڑی نعمتوں میں سے ہے ؎

آسماں سجدہ برد بہر زمینے کہ درو یک دو کس یک دو نفس بہر خدا بنشینند

[آسمان اس زمین کے لئے سجدہ کرتا ہے جس میں ایک دو آدمی ایک دو سانس دلو تک خدائے تعالیٰ کیلئے بیٹھتے ہیں] اپنے کام میں مشغول رہیں اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا شکر بجا لائیں، لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ [اگر تم شکر بجا لاؤ گے تو ضرور میں تم کو اور زیادہ دوں گا] اور اللہ تعالیٰ کے مکر (تدبیر) سے ڈرتے اور لرزتے رہیں اور شیطان کے دھوکے سے بے فکر نہ رہیں اور نفسانی خواہشات اور شرکِ خفی کی باریکیوں سے خوب ڈرتے رہیں جبکہ ہمارے پیشوا حضرات مَا أُبَرِّئُ نَفْسِي [میں اپنے آپ کو بری نہیں کرتا] فرماتے ہیں تو ہم پر افسوس ہے۔ مختصر یہ ہے کہ اپنے بزرگوں کے ساتھ محبت اور باطنی رابطہ کو مضبوط رکھیں اور نبی کریم علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں کے مضبوط حلقہ کو نہ چھوڑیں اور حضرتِ لم یزل (حق تعالیٰ) کی بارگاہِ مقدس میں التجا و منت زاری گڑگڑانا و تضرع و زاری کو لازم پکڑیں تاکہ نجات کی امید پیدا ہو، اور دوستوں سے توقع یہ ہے کہ اس ناکارہ کو دعائے خیر سے یاد رکھیں۔ جو مکتوب آپ نے بھیجا تھا پہنچ گیا، اللہ تعالیٰ آپ کا معاون و مددگار رہو۔

مکتوب ۱۶۰

شیخ عبداللطیف لشکرخانی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ظاہر (بھی) باطن کی طرح دائمی حضور کے ساتھ موصوف ہونا چاہیے۔

ص ۳۲۰ حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ اُس ذات علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلی کے طفیل کہ جس کی نگاہ نے نہ کجی کی اور نہ حد سے بڑھی ظاہری و باطنی کمالات سے آراستہ کر کے ایک مطلب کا گرفتار رکھے کہ جو کچھ اس کے ماسوا ہے وہ اس کے بالمقابل محو و لاشئی ہو جائے تاکہ اس کا مُحب المرءُ مع من احبّ [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے کہ وہ محبت کرتا ہے] کے بموجب آفاق و انفس کو رخصت کر کے بیخود ہو کر اس جگہ دوڑے اور اس کی طلب میں ایسی ہمت عطا فرمائے کہ اس کی تجلیات و ظہورات سے چشم پوشی کر کے ظاہر و متجلّی ذات کا طالب و متلاشی رہے، اس حدود کے فقرا کے اطوار و احوال اللہ تعالیٰ کی حمد کے لائق ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کا حمد و احسان ہے، اللہ سبحانہٗ سے آپ کی سلامتی و عافیت کی دعا کی گئی ہے، اس مسکین کی آرزو اپنے اور سب دوستوں کے بارے میں یہ ہے کہ اپنی ہمت کو پوری طرح مطلوبِ حقیقی کی مقدس بارگاہ کی طرف مصروف رکھا جائے اور جو کچھ اس عظیم دولت کے منافی ہو اُس سے پوری طرح اعراض کیا جائے ایسا نہ ہو کہ باطن کی آبادی پر اکتفا کر کے ظاہر کو غفلت کے ساتھ چھوڑ دیں کیونکہ یہ بھی شرکِ خفی کے دائرہ سے باہر نہیں ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ "اگر کوئی سعادت مند بندہ تمام عمر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہا پھر

اُس نے ایک لحظہ بھر کے لئے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی تو جو کچھ اُس نے کھویا وہ اس سے زیادہ ہوگا جو اس نے پایا تھا۔ لیکن کیا کیا جائے (کہ) تمام آرزوئیں میسر نہیں ہیں، جسمانی تقاضوں اور مخلوق کے ساتھ میل جول سے چارہ نہیں ہے ہاں اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ ظاہر کی اس غفلت کو جو کہ لازمی ہے اگر اچھی نیت کے ساتھ ملا لیا جائے تو غفلت سے نکل جاتی ہے اور ذکر کے ساتھ مل جاتی ہے مثلاً نیند جو کہ سراسر غفلت ہے اگر عبادت میں سُستی دور ہونے کی نیت کے ساتھ مل جائے تو ذکر ہو جاتی ہے، نوم العلماء عبادۃ [علماء کی نیند عبادت ہے] تو آپ نے سُنا ہی ہوگا، اور لوگوں کے حقوق ادا کرنے کی نیت سے ان کے ساتھ میل جول رکھنا بھی ذکر ہے کیونکہ یہ واجب و مستحب کو ادا کرنا ہے علیٰ ھذا القیاس [اور چیزوں کو بھی اسی پر قیاس کر لیجئے]۔ ذکر زبانی ذکر میں ہی منحصر نہیں ہے (بلکہ) ہر وہ عمل کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو ملحوظ رکھا گیا ہو
دہر ۲۹ ذکر میں داخل ہے، اِنَّ ھٰذِہٖ تَذۡکِرَۃٌ ۚ فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیۡلًا [بیشک یہ ایک نصیحت ہے پس جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرے]۔ اس بیان سے واضح ہوگیا کہ دائمی حضور کہ جس سے مراد غفلت کا ہمیشہ کے لئے دور ہو جانا ہے جیسا کہ بزرگوں نے باطن کی نسبت کہا ہے ظاہر میں بھی ثابت ہے لیکن ظاہر کے دائمی حضور کو کہ جس سے مراد اپنے تمام اعمال و افعال کو نیتِ صالحہ کے ساتھ ملانا اور تمام امور میں حتیٰ کہ جو امور بظاہر غفلت معلوم ہوتے ہیں ان میں بھی رضائے الٰہی جل شانہٗ کو ملحوظ رکھنا ہے باطن کا دائمی حضور لازم ہے اور اس کا عکس لازم نہیں ہے۔ یہ کمال مخلَصین (لام کی زبر سے رہائی یافتہ لوگوں) کے ساتھ مخصوص ہے کہ یہ حضرات ہر عمل میں تصنع و تصحیح نیت سے آزاد ہو چکے ہیں اور ان کی نیت فنا و بقا کے ذریعہ اکمل طریقہ پر تصحیح حاصل کر چکی ہے اور لام کی کسرہ کے ساتھ مخلِصین (رہائی پانے والے) اس کمال ۳۲۱
سے بہت کم حصہ رکھتے ہیں۔ والمخلصون علیٰ خطرٍ عظیم [اور رہائی حاصل کرنے والے بہت بڑے خطرہ پر ہیں] یہ بزرگواران جو کہ اخلاص کی حقیقت کو پہنچ چکے ہیں اور تصنع و تکلف سے جو کہ لوازمِ طریقت سے ہے رہائی حاصل کر چکے ہیں، وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لئے کرتے ہیں اور جو کچھ ان سے ظہور میں آتا ہے اللہ سبحانہٗ ہی کے لئے ہوتا ہے خواہ وہ نیت کریں یا نہ کریں، نیت (کی ضرورت) محتمل (امر) میں ہے متعین (امر) میں تصحیح نیت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ان بزرگوں کا نفس اپنے مولا کے لئے فدا ہو چکا ہوتا ہے اور وہ اپنے اوپر آنا (میں) کا اطلاق شرک جانتے ہیں اس لئے وہ جو کچھ کرتے ہیں وہ اُس (اللہ) تعالیٰ کی طرف لوٹتا ہے جیسا کہ (اس مقام کے حاصل ہونے سے) پہلے وہ جو کچھ کرتے تھے اپنے نفس کیلئے کرتے تھے اور (وہ عمل) نیت کا محتاج تھا۔

جاننا چاہئے کہ اس قسم کے عارف کی بے ادبی کرنا اور اس کو تکلیف پہنچانا اس (اللہ) سبحانہٗ کی ایذا و بے ادبی تک پہنچانے والا ہے کیونکہ اس صورت میں اس کے منتسبات بلا تکلف اس تعالیٰ شانہٗ

کی بارگاہ کے ساتھ منتسب ہو جاتے ہیں، جبکہ اس عارف کے اعمال نیت کی احتیاج کے بغیر اُس اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہوتے ہیں تو دوسروں کے اعمال جو کہ اس کے متعلق واقع ہوں وہ بطریق اولیٰ اس بارگاہ کی طرف عائد (منسوب) ہوں گے اور اسی قیاس پر اس کی تعظیم و اطاعت اس کے مولیٰ جل و علا کی تعظیم و اطاعت ہوگی اور اسی اعتبار سے کلامِ مجید میں وارد ہوا ہوگا مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴿ بجم ﴾ [جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی] ؎

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است بانگِ دو کردم اگر در دہ کس است

[میں بس کرتا ہوں عقلمندوں کے لئے یہی کافی ہے، اگر گاؤں میں کوئی ہے تو میں نے دو مرتبہ (کے خطرے) کی آواز لگا دی ہے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۶۱

حقائق آگاہ خواجہ محمد صدیق کشمی کے نام مطلوب جل و عز کی عظمت بیان کرنے اور (سالک کی) ہمت کو بلند کرنے پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: آپ نے جو گرامی نامہ ان دنوں میں ارسال فرمایا تھا اُس کے مطالعہ سے خوش و مسرور ہوا، آپ سلامت رہیں، حج کا عزم مبارک ہو، یقین ہے کہ (اپنی) مقبول دعاؤں میں اِن فقرا کو فراموش نہیں کیا ہوگا۔ میرے مخدوم! (اپنی) بلند ہمت کو اس بات پر لگائیں کہ مطلوبِ حقیقی سے (اس کے سوا) کچھ حاصل نہ کریں اور وصل و اتصال کی آرزو کو اس میں آنے نہ دیں کیونکہ یقین کامل کے ساتھ معلوم ہو چکا ہے کہ جو کچھ اس سے حاصل ہوتا ہے وہ واصل کے حوصلہ کے مناسب ہوتا ہے اور اس کی استعداد یافت کے ساتھ مقید ہے اور مطلوب اِن تقیدات (پابندیوں) سے پاک و بَری اور ان قیود سے آزاد و خالی ہے، پس چاہیے کہ ہمت کی نظر پڑنے کی جگہ ایک ایسے مرتبہ پر محدود ہو جو کہ ادراک (حصول) کی قیود اور استعداد کی پابندیوں سے بالاتر ہو ؎ ص ۳۲۲

اگر نہ دہی بکفِ دامانِ یارم گرفتارِ کسے دیگر ندارم

[اگر تو یار کا دامن میری ہتھیلی (مٹھی) میں نہیں دیتا تو مجھے کسی دوسرے کا گرفتار (تو نہ رکھ)]۔ کیونکہ ممکن جب تک امکان کی قید میں مقید ہے مطلقِ حقیقی سے کس طرح کوئی حصہ حاصل کرے گا اور بشریت و امکان سے پوری طرح الگ ہونا متصور نہیں ہے۔ شیخ عطار (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں ؎

نمی بینی کہ شاہے چوں پیمبر نیافت او فقرِ کل تو رنج کم بر

[کیا تو نہیں دیکھتا کہ پیغمبر جیسی بادشاہ ہستی نے کامل فقر (کلی انقطاع) نہیں پایا تو پھر تو بھی رنج نہ کر] اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْئًا وَسِعَ رَبِّیْ کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا [مگر یہ کہ میرا رب کوئی چیز چاہے۔ میرا رب علم کے اعتبار سے ہر چیز کو احاطہ کیے ہوئے ہے] عجب معاملہ ہے اس مقام میں نہ مطلوب کی جدائی کو چاہتا ہے اور نہ اس کے وصل کو اس کے باوجود اس سے ناامیدی بھی نہیں رکھتا کیونکہ یہ کمال ناامیدی کے معاملہ سے اوپر ہے۔ عرفت ربی بجمع الاضداد [میں نے اپنے رب کو اضداد کے جمع کرنے سے پہچانا] اور اس کمال کے اضداد کا دور ہونا عالمِ محبوبیت کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ محب جو کہ ہمیشہ محبوب کے شہود کو چاہتا ہے اور ہر وقت اس کے وصل و اتصال کا آرزومند ہے اس بات کی کہاں طاقت رکھتا ہے کہ محبوب کا کوئی پرتو اس پر ظاہر ہو اور اپنے آپ کو نگاہ رکھ سکے، ایک عزیز فرماتے ہیں:

؎ بوئے تو از جا جہم مست و بیخود ز ہر سو کہ آواز پائے برآید

[جس طرف سے بھی کسی پاؤں کی آواز آتی ہے میں تیری خوشبو سے مست و بیخود ہو کر اپنی جگہ سے (اس طرف) چل پڑتا ہوں]

محب جمال و جلال کے آثار و افعال و صفات کے باعث اور خد و خال کے حُسن کی وجہ سے محبوب کا شیفتہ ہوا ہے، محبوب ہے جو کہ اصل کی کچھ نشانی رکھتا ہے اور ذات کا من حیث ہو [جیسی کہ وہ ہے] گرفتار ہے اور اس گرفتاری کے غلبہ کی وجہ سے مذکورہ امور کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور توجہ کے قبلہ کو پراگندہ نہیں کرتا۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ [آپ کہہ دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ تعالیٰ کی طرف اس طرح پر دعوت دیتا ہوں کہ میں اور میرا اتباع کرنے والے واضح دلیل پر ہیں، اللہ پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں] اس قسم کے بلند ہمت شخص کیلئے من تواضع للّٰہ رفعہ اللّٰہ [جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع کی اللہ تعالیٰ نے اس کو بلند کیا] کے مصداق عالمِ آخرت میں بہت سی امیدیں ہیں جو کہ دوسروں کے لئے نہیں ہیں۔ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِیْلًا [بیشک یہ ایک نصیحت ہے پس جو کوئی چاہے اپنے پروردگار کی طرف راستہ اختیار کرے۔]

مکتوب ۱۶۲

ارشاد پناہ میر محمد نعمان کی خدمت میں اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مطلوبِ حقیقی سے سالک کا نصیب استہلاک (فنائیت) کے سوا نہیں ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للّٰہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: اس گنہگار ہجرت زدہ گوشہ گمنامی کے گم شدہ کی دعا و نیازمندی قبول ہو، نہیں جانتا کہ کیا لکھے، محبوب کی عنایات اس سے

بہت بلند ہیں کہ اس فضول گو کی زبان پر جاری ہوں اور معشوق کی خوبیاں اس سے بلند تر ہیں کہ اس بوالہوس کا قلم اُن کی ترجمانی کا خیال کرے۔ لا یحمل عطایا الملک الامطایاہ [بادشاہوں کے عطیات اُنہی کی سواریاں اُٹھا سکتی ہیں] جو کچھ اس بیچارہ کا حصہ ہے وہ استہلاک واضمحلال ہے اگر کسی خیر وکمال کو اپنی طرف منسوب کرے تو طریقت کا مشرک ہو جائے اور امانت میں خیانت کرنے والا بن جائے وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا [اور جو عمل کہ انھوں نے کیے تھے ہم ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سب کو اکارت کر دیا] یہ ناکارہ اپنی ذات میں تمام نسبتوں سے خالی ہے ایک وجود نما عدم ہے وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ [اور تو ان کو جاگتا ہوا گمان کریگا حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں] اس کا فقر ذاتی اور اس کا فاقہ دائمی ہے، امانتیں ہمیشہ امانتوں والوں کی (ہوتی) ہیں، جس بیچارہ کا کمال عدم ہو اور اس کا جمال نیستی ہو وہ اپنے مولا کی ہستی کے متعلق کیا خبر رکھے اور اس کے کمال وجمال سے کس طرح اطلاع پائے گا، ھوالعارف والمعروف [وہی عارف وہی معروف ہے] کا بھید اس جگہ ظاہر ہوتا ہے حضرت جمیل مطلق (اللہ تعالیٰ) ہم جیسے ناکاروں کو ان معانی کے ساتھ ایمان نصیب فرمائے اور اس چشمہ سے کچھ شربت عطا فرمائے۔

مکتوب ۱۶۳

یہ بھی ارشاد پناہ میر محمد نعمان کی خدمت میں بعض دقیق اسرار اور اپنی خاص کیفیات کے متعلق اشارات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

سیادت ونقابت دستگاہ کے خدام ہمیشہ مخلص دوستوں کو یاد کرتے ہوئے پس پشت دعا سے مدد فرماتے رہیں، اس حدود کے فقراء کے احوال حمد کے لائق ہیں اللہ سبحانہ سے آپ کی سلامتی وعافیت اور اپنے مشائخ کے طریقہ پر استقامت کی دعا کی گئی ہے پس بیشک یہی مدار کار ہے اور اس کے علاوہ سب کچھ بیکار ہے، عنایات کے شامل حال ہونے کے متعلق جو کہ اس گنہگار کے بارے میں واقع ہیں کیا لکھے۔ ع

داد او را قابلیت شرط نیست [اُس (اللہ تعالیٰ) کی دین کیلئے قابلیت شرط نہیں ہے]

قبل من قبل بلا علۃ [جو قبول کر لیا گیا وہ کسی سبب کے بغیر ہی قبول کر لیا گیا] اگر اس کی تفصیل میں مشغول ہو تو احتمال ہے کہ قلم اس کی تاب نہ لا سکے اور کاغذ جل جائے اور کہنے اور سننے والا دونوں بیہوش ہو جائیں اس کے بعد کون کہے گا اور کون سُنے گا، کسی نے خوب کہا ہے ؎

سراپا آتشی امشب قدح گو دیگرے پُر کن کہ خواہد سوخت ساغر تا توئے در جام خواہی کرد

[تو آج کی رات سرتاپا آگ ہے (اس لئے) کسی دوسرے کو کہہ کر پیالہ پُر کرے کیونکہ اگر تُو پیالہ میں شراب ڈالیگا تو پیالہ جل جائے گا]

ط۲۹/۱۲ اور نیز اس کی لطافت و رفعت زبان کو پکڑ لیتی ہے یَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ [میرا سینہ تنگ ہو جاتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی]۔ ع

سخن از لبِ تو گفتم بلبم سخن گرہ شد [میں نے تیرے لب کے متعلق بات کہی تو بات میرے لب پر گرہ ہو گئی]

پس چاہیئے کہ سننے والے کلام کرنے والے کو معذور قرار دیں اور ہم جنس ہونے کی وجہ سے اس کی ص۳۲۴ ذات کی طرف راستہ تلاش کریں تاکہ بیچونِ حقیقی کی ذات سے کچھ حصہ پائیں اگرچہ متکلم کی ذات کو سننے والوں کی ذات کے ساتھ کچھ بھی ہم جنسیت درمیان میں نہیں ہے کیونکہ اس کی ذات نے بیچونی کا کچھ حصہ پالیا ہے اور بیچونِ حقیقی کی ذات کے ساتھ ایک خاص اتصال و نسبت پیدا کرلی ہے بلکہ دوسروں کے لئے ہرگز ذات نہیں ہے وہ عارف کی ذات کا کس طرح پتہ لگائیں گے، عارف کے خالق کی ذات خود اس کے ماوراء ہے بہرحال ہاتھ پاؤں مارنے چاہئیں (کوشش کرنی چاہیے) اور ہمیشہ اس ترانے کو گاتے رہنا چاہیے ؎

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

[ہم مفلس ہیں تیرے کوچہ میں آئے ہیں تو اپنے چہرے کے جمال سے کچھ اللہ کے لئے عنایت فرما] اللھم اجعل حبک احب الاشیاء الی واجعل خشیتک اخوف الاشیاء عندی واقطع عنی حاجات الدنیا بالشوق الی لقائک واذا اقررت اعین اھل الدنیا بدنیاھم فاقرر عینی بعبادتک [اے اللہ تو میرے لئے اپنی محبت تمام اشیاء سے زیادہ محبوب بنادے اور میرے لئے اپنا خوف تمام اشیاء کے خوف سے زیادہ کردے اور اپنی ملاقات کے شوق کے ساتھ دنیا کی حاجات مجھ سے منقطع کردے اور جب اہلِ دنیا کی آنکھیں اُن کی دنیا کے ساتھ ٹھنڈی ہوں تو میری آنکھوں کو اپنی عبادت کے ساتھ ٹھنڈک پہنچا) والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۶۴

تربیت خاں کے نام اس بارے میں کہ طالبِ حق جل وعلا اس دار (دنیا) میں ہمیشہ درد و گداز کے ساتھ ہے اور دنیا کی مذمت میں تحریر فرمایا۔

آپ کے گرامی نامے نے جو کہ غمِ جدائی کی خبر دینے والا تھا مشرف کیا، کیا کیا جائے دنیا سراسر جدائی و غم کا مقام ہے، ملاقات کا مقام آخرت ہے، حق سبحانہٗ اُس کے اعمال کے ساتھ مشغول رکھے

تاکہ وہاں کی ملاقات کی صورت بن سکے، چونکہ مطلوبِ حقیقی کی ملاقات (دیدار) کا وعدہ اُس جگہ کے ساتھ کیا گیا ہے (تو) دوسروں کی ملاقات اُس سبحانہ وتعالیٰ کی ملاقات کی فرع ہے کیونکہ عالمِ دنیا اس تعالیٰ شانہ کے دیدار کو برداشت کرنے کی کامل طور پر طاقت نہیں رکھتا اس لئے اس (دیدار) کے طالب اس (دنیاوی) عالم میں ہمیشہ جگر سوختہ وچشمِ پُرنم ہیں اور ہر وقت سوگوار، اس کے سوز وگداز میں بے چین، ہر شب آفتابِ احدیت کے طلوع ہونے کی انتظار میں بیدار اور ہر روز ماہتابِ ہویت کی آرزو میں پیاسے اور بے قرار ہیں ؎

متاعے کزیں رہ گذر می برند لبِ خشک و مژگانِ تر می برند دامان

[جو سامان کہ وہ اس راستہ سے لیجاتے ہیں (وہ یہ ہے کہ) وہ خشک لب اور تر پلکیں لیجاتے ہیں] (طالبین) اس (مطلوبِ حقیقی) کے بغیر آرام نہیں رکھتے اور ماسوا کے ساتھ انس والفت اختیار نہیں کرتے اور ہمیشہ یہ ترانہ گاتے ہیں ؎ دامن

بچہ مشغول کنم دیدہ ودل را کہ مدام دل ترا می طلبد دیدہ ترا می خواہد

[میں دیدہ ودل کو کس چیز میں مشغول کروں کیونکہ ہمیشہ دل تجھ کو طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھ کو چاہتی ہے]

(یہ حضرات) شوریدہ کار و پریشان حال ہیں، جہان میں جہان کے بغیر اور عالم میں عالم کے بغیر ہیں اس کے باوجود درحقیقت عالم میں یہی حضرات ہیں اور تمام افرادِ عالم انہی کے ساتھ قائم ہیں اور صاحبِ ۳۲۵
نصیب یہی لوگ اور آزاد بھی یہی ہیں کہ نہ کسی شخص کے ساتھ میل جول رکھتے ہیں اور نہ اپنے آپ کے ساتھ ؎

غلامِ نرگسِ مستِ تو تاجدارانند خرابِ بادۂ لعلِ تو ہوشیارانند

[تیری مست نرگس (آنکھ) کے غلام تاجدار (بادشاہ) ہیں اور تیری لعل جیسی (سُرخ) شراب کے ستائے ہوشیار ہیں]

اگر سرمایہ وحاصل (پیداوار) رکھتے ہیں تو اسی (ذاتِ مقدس) کو رکھتے ہیں (یعنی وہی اُن کا سرمایہ حاصل ہے) اور اگر تکلم وخطاب رکھتے ہیں تو وہ بھی اسی کے ساتھ رکھتے ہیں اگرچہ بظاہر ہم اور تم متکلم ومخاطب ہیں لیکن حقیقت میں درد کی گفتگو اور غم کا شکوہ اسی کے ساتھ ہے اور اس گفتگو میں بھی یہ حضرات ترجمان سے
۱۲/۸۶ زیادہ نہیں ہیں، إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ [میں تو اپنے غم وپریشانی کی شکایت اللہ تعالیٰ سے کرتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ (کی جانب) سے اس چیز کو جانتا ہوں جس کو تم نہیں جانتے] کسی نے خوب کہا ہے "یا اللہ! مجھ کو اس قوم میں سے بنادے یا اس قوم کے دیکھنے والوں میں سے بنادے کہ میں کسی دوسری قوم کی طاقت نہیں رکھتا ہوں" شاید کہ دردمندوں کے شربت کی کچھ چاشنی آپ کے باطن کو نصیب ہو گئی ہے کہ آپ نے فقر وتجرید (تنہائی) کی آرزو کی ہے، بیشک ؎

ہر کسے کو دور ماند از اصلِ خویش باز جوید روزگارِ وصلِ خویش

[جو شخص کہ اپنی اصل سے دُور رہ گیا ہے وہ اپنے وصل کا زمانہ پھر تلاش کرتا ہے]

صاحبِ استعداد جوانوں پر افسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی اعلیٰ فطرتوں (صلاحیتوں) کو اس کمینی (دنیا) میں مصروف کر دیا ہے اور بظاہر اس غدّار قحبہ (دلالہ) کے ساتھ شغف رکھتے ہیں اور نفیس جواہر (موتیوں) کے بدلے چند ٹھیکریوں کے ساتھ ترک کر رہ گئے ہیں، جمالِ مطلق چمک رہا ہے اور آمد و رفت کا راستہ کھلا ہوا ہے اور ہم پست فطرت لوگ اس جمال سے پردے اور جدائی میں ہیں ؎

در جہاں شاہدے و ما فارغ در قدح جرعۂ و ما ہشیار

[جہان میں ایک معشوق (موجود) ہے اور ہم بے پرواہ ہیں، پیالہ میں ایک گھونٹ ہے اور ہم ہشیار ہیں] رباعی

آمد سحر آں دلبرِ خونین جگراں گفتہ کہ تو بر خاطرِ من بارِ گراں

شرمت بادا کہ من بسویت نگراں باشم تو بہ چشم بروئے دگراں

[صبح کے وقت وہ خونی جگر والوں کا دلبر آیا (اور) اس نے کہا کہ تو میرے دل پر ایک بھاری بوجھ ہے، تجھ کو شرم آنی چاہیے کہ میں تو تیری طرف دیکھ رہا ہوں اور تو دوسروں کے چہرے پر نظر جمائے ہوئے ہے) والسلام علیکم و علیٰ من لدیکم۔

مکتوب ۱۶۵

شیخ الیاس کے نام اس طریقۂ عالیہ کے بعض اصطلاحی کلمات کی شرح میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد وآلہ اجمعین

اما بعد، چونکہ سعادت آثار شیخ الیاس نے اس فقیر سے مطالبہ کیا کہ بعض کلمات جو کہ اس طریقۂ عالیہ میں مشہور و رائج ہیں ان کی شرح لکھے۔ اس مطالبہ کو قبول کرتے ہوئے اپنی ناقص سمجھ کے مطابق لکھا گیا واللہ سبحانہ الملہم للصواب [اور اللہ سبحانہ درست بات کا الہام کرنے والا ہے]

(۱) سفر در وطن سیرِ انفسی سے عبارت ہے کہ اس کو جذبہ بھی کہتے ہیں، ان بزرگواروں کے معاملہ کی ابتدا اسی سیر سے ہے اور سیرِ آفاقی کہ سلوک اسی سے عبارت ہے اس سیر کے ضمن میں طے ہو جاتی ہے ۳۲۶
اور دوسرے سلسلوں میں کام کی ابتدا سیرِ آفاقی سے کرتے ہیں اور (اُن کی) انتہا سیرِ انفسی پر ہے اور کام کی ابتدا سیرِ انفسی سے کرنا اس طریقہ کی خصوصیت ہے اور اندراجِ نہایت در بدایت (ابتدا میں انتہا کا درج ہونا) اسی معنی میں ہے کہ سیرِ انفسی جو کہ دوسروں کی نہایت ہے وہ ان اکابر کی ابتدا ہے، سیرِ آفاقی مطلوب کو اپنے سے باہر ڈھونڈنا ہے اور سیرِ انفسی اپنے آپ میں آنا اور اپنے دل کے گرد گھومنا ہے، اس معنی میں بزرگوں نے کہا ہے ؎

ہمچو نابینا مبر ہر سوئے دست   با تو در زیر گلیم است ہر چہ ہست

[تُو اندھے کی طرح ہر طرف ہاتھ نہ لیجا، جو کچھ ہے وہ تیرے ساتھ ہی کمبل کے نیچے ہے]

(۲) خلوت در انجمن: یعنی انجمن (مجلس) میں جو کہ تفرقہ (جدائی) کی جگہ ہے باطن کی راہ سے مطلوب کے ساتھ خلوت رکھتا ہو اور باہر کا تفرقہ اندرونی حجرہ (باطن) میں راہ نہ پائے ؎

از بروں درمیانِ بازارم   وز دروں خلوتیست با یارم

[میں باہر سے (ظاہری طور پر) بازار میں ہوں اور اندر سے (باطنی طور پر) مجھ کو دوست کے ساتھ خلوت ہے]

ابتدا میں یہ معنی تکلف کے ساتھ ہے اور انتہا میں بلا تکلف ہے اور اس طریقہ میں چونکہ یہ معنی ابتدا میں حاصل ہو جاتا ہے ان بزرگوں نے اس کو حاصل کرنے کے لئے ایک راستہ وضع کیا ہے (اس لئے یہ بات) اس طریقہ کی خصوصیات میں سے ہے اگرچہ دوسرے طریقوں کے منتہیوں کو بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اسی معنی میں بزرگوں نے کہا ہے ؎

از دروں شو آشنا و زبروں بیگانہ وش   ایں چنیں زیبا صفت کم می بود اندر جہاں

[تُو اندر سے آشنا ہو جا اور باہر سے بیگانوں کی طرح رہ، اس قسم کی اچھی صفت والا دنیا میں کم ہی ہوتا ہے]

من لم یملک عینہ فلیس لقلب عندہ [جو شخص اپنی آنکھ کا مالک نہیں ہوا تو اس کے پاس دل نہیں ہے]

(۳) نظر بر قدم: اس چیز سے عبارت ہے کہ راستہ چلنے میں نظر قدم پر جمائی جائے اور طرح طرح کے محسوسات کے ساتھ نظر کو پراگندہ نہ کرے تاکہ جمعیت کے زیادہ قریب ہو جائے کیونکہ ابتدا میں دل نظر کے تابع ہے اور نظر کی پراگندگی دل میں اثر کرتی ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

بچہ مشغول کنم دیدہ و دل را کہ مدام   دل تُرا می طلبد دیدہ ترا می جوید

[میں دیدہ و دل کو کس چیز کے ساتھ مشغول کروں کہ ہمیشہ دل تجھ کو طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھ کو تلاش کرتی ہے]

(۴) ہوش در دم: اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے سانس کا واقف رہے تاکہ وہ غفلت سے باہر نہ آئے تیسرا کلمہ اس تفرقہ کو دور کرنے کیلئے ہے جو کہ آفاق سے اٹھتا ہے اور چوتھا کلمہ انفسی تفرقہ کو دور کرنے کیلئے ہے

(۶،۵) یاد کرد و یادداشت: سالک جب تک طریقت (تکلف و تصنع) میں ہے اور حقیقت و ملکہ حضور کے ساتھ نہیں ملا ہے (اس وقت تک) یاد کرد کے مقام میں ہے ؎

دائم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ کار   می دار نہفتہ چشم دل جانب یار

[ہمیشہ ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہر کام میں دل کی آنکھ کو پوشیدہ طور پر یار کی جانب رکھ]

اور جب حضور دائمی ہو جاتا اور "یاد کرد" کے تکلف سے رہائی پالیتا ہے اور ایسا ملکہ ہو جاتا ہے کہ نفی کرنے سے بھی نفی نہیں ہوتا تو یہ حالت "یادداشت" ہوتی ہے ؎

یعنی نظر بر قدم ع
یعنی ہوش در دم

ص ۳۲۷ دارم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال — در دل ز تو آرزو و در دیدہ خیال

[میں ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہر حال میں دل میں تیری آرزو اور آنکھ میں تیرا خیال رکھتا ہوں]

اور "یادداشت" کے دوسرے معنی بھی ہیں جو کہ نہایت اعلیٰ ہیں اور وہ معنی اس مکتوب کے لائق نہیں ہیں۔

(۷) وقوفِ قلبی یہ ہے کہ دل کا نگہبان و واقف رہے اور ایک توجہ و نظر اس پر رکھتا ہے اور ذکر کو ترک کرے تاکہ تفرقہ اس میں راہ نہ پائے اور وہ ماسوا کے نقوش کے ساتھ منقش نہ ہو جائے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ دل بیکار نہیں ہے یا ماسوی کے ساتھ ملا ہوا ہے یا مطلوب کے ساتھ اٹکا ہوا ہے۔ آدمی جب تک بیدار ہے ظاہری حواس جو کہ جاسوس ہیں عالم (دنیا) کی خبریں دل کو پہنچاتے ہیں اور تفرقہ میں رکھتے ہیں اور جب سو جاتا ہے تو باطنی حواس یہ کام کرتے ہیں اور دل کو پریشان رکھتے ہیں اور جب صاحبِ دل شخص اپنے دل کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو گویا اس توجہ سے ایک قلعہ اس کے دل کے گرد پیدا ہو جاتا ہے اور عالم (دنیا) کی خبروں کو دل تک پہنچنے نہیں دیتا، اس وقت میں دل انتہائی مقصد کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے کیونکہ بیکاری اُس کے حق میں ناپید ہے جب اس طرف سے روک دیا گیا تو اس طرف توجہ کے بغیر چارہ نہیں رکھتا، مذکورہ ذکر و توجہ کا محتاج نہیں ہے، دل کو دشمن سے باز رکھ، دوست کو طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے، آئینہ سے زنگ دور کر نور کے ظہور کے سوا کچھ نہیں ہے۔ میں نے حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ) سے سُنا ہے کہ اگر کسی کو قلبی ذکر اثر نہ کرے اور وہ شخص متاثر نہ ہو تو اس کو ذکر سے روک کر محض وقوفِ قلبی کا امر کیا جائے اور (اس پر) توجہات کرنی چاہئیں تاکہ ذکر اثر کر جائے۔

(۸) وقوفِ عددی سے مراد یہ ہے کہ ذکر نفی اثبات کے عدد پر اس طرح پر جو کہ اس طریقہ میں مقرر ہے واقف رہے تاکہ ہر سانس میں طاق عدد کے جفت نہ کہے۔

(۹) مراقبہ، ترقب سے مشتق ہے ترقب انتظار کو کہتے ہیں، پس مطلوب کے انتظار میں ظاہری و باطنی حواس کو جمع کرنا مراقبہ ہے ؎

ہمہ چشمیم تا برون آئی — ہمہ گوشیم تا چہ فرمائی

[ہم سب آنکھ ہیں (یعنی منتظر ہیں) تاکہ تو باہر آجائے اور ہم سب کان ہیں تاکہ (سنیں کہ) تو کیا فرماتا ہے]

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے مراقبہ بلی سے سیکھا ہے۔ اور مراقبہ کے ایک دوسرے معنی بھی ہیں اور وہ حق سبحانہٗ کی دائمی اطلاع کے ساتھ بندہ کا آگاہ و باخبر ہونا اور اس کو اس تعالیٰ شانہٗ کا حضور ہے۔ خواجہ بزرگ قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ مراقبہ کا طریق (راستہ) نفی و اثبات کے طریق سے اعلیٰ ہے اور جذبہ کے زیادہ قریب ہے، مراقبہ کے طریق سے وزارت اور ملک و ملکوت میں تصرف کے مرتبہ کو پہنچ سکتا ہے اور

خواطر (دل کی باتوں) پر آگاہی اور موہبت (بخشش) کی نظر سے دیکھنا اور باطن کو منور کرنا مراقبہ کی ہمیشگی سے (حاصل ہوتا) ہے۔ مراقبہ کے ملکہ (مشق) سے دلوں کی دائمی جمعیت (سکون) اور دلوں کی دائمی قبولیت حاصل ۳۲۸
(ہوتی) ہے اور اس معنی کو جمع و قبول کہتے ہیں۔

(۱۰) سلطانِ ذکر یہ ہے کہ ذکر تمام بدن کو محیط ہو جاتا ہے اور ہر عضو دل کی طرح ذاکر اور مطلوب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے ؎

ہر دم بہ ہوائے تُست دمساز ہر موئے زگیسوم بہ پرواز

[میں ہر دم تیری محبت میں سانس لے رہا (جی رہا) ہوں (اور) میرے گیسو کا ہر بال پرواز میں ہے]

(۱۱) رابطہ (سے مراد) دل میں پیر کی صورت کی حفاظت ہے۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے رابطہ کی طرف اشارہ کیا ہے جس جگہ کہ انھوں نے فرمایا ہے ع

سایۂ رہبر بہ است از ذکرِ حق [رہبر کا سایہ ذکرِ حق سے بہتر ہے]

یعنی یہ طریقہ (رابطہ) ذکر سے زیادہ نفع دینے والا ہے۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ مرید بیچارہ چونکہ عالم سفلی (دنیا) کا گرفتار ہے (اس لئے) عالم علوی (عالم بالا) سے مناسبت نہیں رکھتا تاکہ اس (اللہ تعالیٰ کی) بارگاہ سے بلاواسطہ فیوض و برکات حاصل کرے کوئی ایسا واسطہ بننے والا شخص ہونا چاہئے جو دونوں جانب کا مالک ہو کہ عالم علوی سے کچھ حاصل کر کے عالم سفلی کی طرف دعوت و ارشاد کے لئے رُخ کئے ہوئے ہو اور پہلی مناسبت کی راہ سے عالم غیب سے فیض اخذ کر کے دوسری مناسبت کی راہ سے جو کہ وہ عالم سفلی کے ساتھ رکھتا ہے اُن فیوض کو صاحبِ استعداد لوگوں تک پہنچائے اور مرید کے حق میں وہ واسطہ پیر ہے کہ جس نے غیب الغیب (ذاتِ حق) کے ساتھ بے کیف اتصال پیدا کر کے عالم شہادت (دنیا) کی طرف رجوع کیا ہے پس مرید مناسبت کی جس قدر زیادہ صورتیں پیر کے ساتھ رکھتا ہوگا اس کے باطن سے اسی قدر زیادہ فیض کا اخذ کرے گا ؎

زاں روئے کہ چشمِ تست احول معبود تو پیرِ تست اول

[کیونکہ تیری آنکھ ایک چیز کو دو دیکھنے والی ہے (اس لئے) اول تیرا معبود تیرا پیر ہے]

اور جن چیزوں کے ذریعہ پیر کے ساتھ مناسبت حاصل ہوتی ہے وہ پیر کے ساتھ محبت و خدمت اور ظاہر و باطن میں اُس کے آداب کی رعایت اور عادات و عبادات میں اس کا اتباع اور اپنی مرادوں کو اس کی مرادوں کے تابع کرنا اور اپنے آپ کو اس کے حضور میں کالمیت بین یدی الغسال [مردہ بدست غسال کی مانند] دیکھنا اور پیر میں فانی ہو جاتا ہے اور اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ فنا فی الشیخ فنا فی اللہ کا مقدمہ (تمہید) ہے۔ اور رابطہ کا طریقہ ان امور میں سب سے عظیم امر ہے اور (یہ) پیر کے ساتھ بہت ہی زیادہ مناسبت

پیدا کرتا ہے اور ان مذکورہ امور کو آسان کرنے والا ہے جو کہ مناسبت حاصل ہونے کا ذریعہ ہیں اور رابطہ کی نسبت غالب آجاتی ہے تو (سالک) اپنے آپ کو عین پیر پاتا ہے اور اپنے آپ کو اس کے لباس وصفت کے ساتھ موصوف پاتا ہے اور جدھر دیکھتا ہے پیر کی صورت کو دیکھتا ہے ؎

در و دیوار چو آئینہ شد از کثرتِ شوق　　　ہر کجا می نگرم روئے تُرا می بینم

[کثرتِ شوق کی وجہ سے در و دیوار آئینہ کی مانند ہو گئے ہیں جس طرف بھی دیکھتا ہوں تیرا ہی چہرہ دیکھتا ہوں] ماسوی اللہ کی طرف التفات کرنے اور غیر اللہ کے شہود و شعور سے دل کو بیگانہ (خالی) کر دینا توحید[۱۲] ہے ؎

توحید بعرفِ صوفی صاحب سیر　　　تخلیص دل از توجہ اوست بغیر

[صاحب سیر صوفی کی اصطلاح میں دل کو غیر اللہ کی طرف توجہ کرنے سے آزاد کرنا توحید ہے]

۳۲۹ عدم[۱۳] (کا مطلب) جذبہ کی جہت میں فنا ہے اور یہ اپنے ساتھ اور اپنے اوصاف کے ساتھ شعور نہ ہونے سے عبارت ہے ــــــ وجودِ عدم[۱۴]، ایک بقا ہے جو کہ اس فنا پر مرتب ہوتی ہے، یہ فنا و بقا چونکہ اس جذبہ کی جہت میں ہے کہ جس کے ساتھ سلوک شامل نہیں ہوا ہے اس لئے وجودِ بشریت کی طرف عود کرنے سے محفوظ نہیں ہے پس اس کے ساتھ ولایت حاصل نہیں ہوتی، اور فنا و بقائے حقیقی ہی ہے کہ جس کے ساتھ ولایت وابستہ ہے اور عود مذکور سے محفوظ ہے اور دوام اس کے لئے ضروری ہے ـ فنائے حقیقی[۱۵] اس (اللہ تعالیٰ) کے ماسوا کا نسیان اور غیر اللہ کے علم کا زوال ہے ـ ہمارے حضرت عالی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ اگر اشیاء کے علمِ حصولی کا زوال ہے تو (یہ) فنائے قلبی ہے اور اگر علمِ حضوری کا زوال ہے کہ جس سے مراد نفسِ حاضر (سالک کی اپنی ذات) ہے تو فنائے نفس ہے ــــ اور وجودِ فنا[۱۶] وہ بقا ہے جو کہ اس فنا پر مرتب ہوتی ہے اور (سالک) ولادتِ ثانیہ سے وجود ہوب کے ساتھ موجود ہو جاتا ہے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے اسی معنی میں فرمایا ہے کہ وجودِ عدم وجودِ بشریت کی طرف عود کرتا ہے لیکن وجودِ فنا وجودِ بشریت کی طرف عود نہیں کرتا ـ بازگشت[۱۷] سے مراد یہ ہے کہ نفی و اثبات کے ذکر کے بعد مقررہ طریقہ پر زبانِ دل سے یہ کہے کہ "اے اللہ میرا مقصود تو ہی ہے اور میری رضا تجھ ہی سے ہے ـ

مکتوب ۱۶۶

حافظ عبدالکریم کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا ـ

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی: برادرِ عزیز مولانا عبدالکریم کا مکتوب مرغوب پہنچا مسرت کا

باعث ہوا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حمد ہے کہ باطنی جمعیت ولذت اندوزی سے خالی اور فقراء کی یاد سے فارغ نہیں ہیں، چاہئے کہ اسی طرح پر احوال لکھتے رہیں اور اوقات کو طاعات ومراقبات کی پابندیوں کے ساتھ آباد رکھیں اور دوال (دلالت کرنے والے امور) وظلال سے اصل اور مدلولِ حقیقی کی طرف رُخ کریں اور علم سے حیرت کی طرف اور گفتگو سے خاموشی کی طرف آئیں اور پوست سے مغز کی طرف اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہوں۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

قومے ز وجودِ خویش فانی | رفتہ ز حروف در معانی

[ایک قوم اپنے وجود سے فانی ہے وہ حروف سے معانی کے اندر چلی گئی ہے] اگرچہ مطلوبِ حقیقی جیسا کہ لفظ سے ماوراء ہے (اسی طرح) معنی سے بھی باہر ہے اور پوست ومغز سے بالاتر ہے ؎

لا و ہو زاں سرائے روز بہی | باز گشتند جیب وکیسہ تہی ص۳۲۰

[لا اور ھو اُس مقدس بارگاہ سے اس حال میں واپس لوٹتے ہیں کہ ان کا جیب وکیسہ خالی ہوتا ہے] اصل اس بارگاہِ مقدس سے ظل کی طرح راستہ میں ہے۔ چونکہ آپ نے اس بلند نسبت والوں کے ساتھ فی الجملہ محبت وارادت درست کی ہے امید ہے کہ (اللہ تعالیٰ) اس کے مطابق اس معنی کے جمال سے نقاب اٹھادے اور اس چشمہ سے کچھ شربت عطا فرمادے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ "ذکرِ نفی واثبات کے وقت کبھی کبھی اپنے آپ کو لاشئی محض پاتا ہے"۔ لاشئی محض پانے کے دو مقام ہیں ایک یہ کہ وجود اور اس کے توابع کے منتسبات کو اصل کے حوالہ کردے اور اپنے آپ کو عدمِ محض کے ساتھ ملحق دیکھے اور انا کے ساتھ تعبیر نہ کرسکے یہ حالت نہایت عمدہ ہے اور فنائے نفس سے تعبیر کی جاتی ہے اور کعبۂ مقصود تک پہنچنے کی بشارت دینے والی ہے۔ دوم یہ کہ ان احوال کے بغیر مذکورہ بالا دید متحقق ہوجائے یہ بھی اچھی حالت ہے کہ پہلی حالت کے مقدمات (مبادیات) سے ہے اگرچہ مقدمات سے مقامات تک بہت فرق ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "نہ اپنا شعور رہتا ہے اور نہ اپنے عدم کا شعور رہتا ہے"۔ یہ حالت فنائے قلب میں جس کا مذکرہ بالمشافہ ہوتا تھا حاصل ہے کیونکہ دائمی نسیان کے وقت میں قلب نہ ماسویٰ کا شعور رکھتا ہے اور نہ عدمِ شعور کا شعور رکھتا ہے اور بظاہر اس حالت کا دائمی ہونا دشوار ہے اور جو چیز دوام نہیں رکھتی وہ اعتبار کے دائرہ سے ساقط ہے۔ والسلام اولاً وآخراً۔

مکتوب ۱۶۷

یہ بھی حافظ عبدالکریم کے نام مطلوب کی تنزیہ اور ہمت کی بلندی پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ ایک ایسے مطلب کا گرفتار بنائے کہ جس سے اس کی عظمت وکبریائی کا دامنِ تمنّا وآرزو کی آمیزش کے ساتھ آلودہ نہ ہونے پائے اور اس کی طلب میں ایسی ہمت عطا فرمائے کہ جو کچھ اس سے ظاہر ہو ظاہری اور باطنی طور پر اس سے چشم پوشی کر کے اس کی طرف توجہ نہ کرے بلکہ جل جائے اور پگھل جائے اور کوئی چیز نہ چاہے اور کسی امر کی طرف متوجہ نہ ہو اس وقت نہ اس کے ہجر کو چاہے اور نہ (اس کے) وصل کو، وہ محبوب کا ہجر کس طرح چاہے گا اور اس کے وصل کو اس لئے نہیں چاہتا کہ اس نے یقینِ یقین کے ساتھ جان لیا ہے کہ اس کے ساتھ وصل واتصال اس کے حوصلے کے لائق ہے اور اس کی استعداد و لیاقت کے ساتھ مقید ہے اور وہ امر جس کا کہ وہ گرفتار ہے ان پابندیوں سے پاک اور بَری ہے اور اِن قیود سے خالی ہے، پس بلند ہمتی کی وجہ سے اس وصل کی طرف التفات نہیں کرتا اور جو کچھ اس سے ظاہر ہوتا ہے سب سے منہ موڑ لیتا ہے، اس کی ہمت کا مرکز مطلوبِ حقیقی کے سوا جو کہ ظہورات کے ماوراء اور آرزوؤں سے وراء الوراء ہے اور کچھ نہیں ہے۔ ع

آں لقمہ کہ در دہان نگنجد طلبد [وہ لقمہ طلب کرتا ہے جو کہ منھ میں نہیں سماتا]

۳۳۰

اس کے باوجود مطلوب سے مایوس بھی نہیں ہے کیونکہ یہ معاملہ یاس (نا امیدی) کے معاملہ سے اوپر ہے، عجیب معاملہ ہے کہ نہ مطلوب کے ہجر کو چاہتا ہے اور نہ اس کے وصل کو، اور نا امیدی بھی نہیں رکھتا اور اس مقام میں اضداد کا جمع ہونا اور نیز تضادات کا رفع ہونا محال ہونے سے نکل چکا ہے عرفت ربی بجمع الاضداد [یعنی اپنے رب کو اضداد کے جمع کرنے سے پہچانا] یہ کمال محبوبیت کے مقام کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ محبّ ہمیشہ محبوب کے شہود (مشاہدہ) کو چاہتا ہے اور ہمیشہ اس کے وصل واتصال کا آرزومند ہے اس بات کی طاقت کہاں رکھتا ہے کہ محبوب کا کوئی پرتو (ظل) ظاہر ہو اور وہ اپنی نگاہداشت کر سکے، ایک بزرگ فرماتے ہیں

بہوئے تو از جا جہم مست و بیخود ز ہر سو کہ آواز پائے برآید

[جس طرف سے کسی پاؤں کی آواز آتی ہے میں تیری بُو سے مست و بیخود ہو کر اپنی جگہ سے اس طرف چل پڑتا ہوں] محبِ محبوب کے جمال و جلال کے آثار و افعال وصفات اور (اس کے) خد و خال کے حسن پر شیفتہ ہے محبوب ہی جو کہ اصل سے کچھ نشان رکھتا ہو اور ذات کا من حیث ہی (جیسی کہ وہ ہے) گرفتار ہے اور اسی گرفتاری کے غلبہ کے باعث ان امور کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور توجہ کے قبلہ کو پراگندہ نہیں کرتا۔ والسلام۔

مکتوب ۱۶۸

آغا رشید کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس راہ کی پہلی شرط فنا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ اللہ تعالیٰ فیوض و ترقیات کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، آدمی جبتک علم و دانش کی قید میں ہے معرفتِ بسیط سے جو کہ اہل اللہ کے نزدیک معتبر ہے بے بہرہ ہے ماسوا کا نسیان اور غیر اللہ کے علم کا زوال اس راہ کی پہلی شرط ہے خواہ اشیاء کا علم حصولی ہو یا علم حضوری ہو کہ جس سے مراد نفسِ حاضر (اپنی ذات) ہے جبتک باطن کا صحن اشیاء کے علمی نقوش سے پاک وصاف نہیں ہو جاتا قِدَم (قدیم ہونے) کے انوار کا ظہور صورت پذیر نہیں ہوتا اور جبتک نفسِ حاضر (انانیت) قائم ہے وہ اس حریم (بارگاہ) میں کوئی راستہ نہیں رکھتا ؎

ہیچ کس را تا نگردد او فنا نیست رہ در بارگاہِ کبریا

[جب تک کوئی شخص فنا نہ ہو جائے بارگاہِ کبریا میں اس کے لئے باریابی نہیں ہے]

مکتوب ۱۶۹

میر ضیاء الدین حسین کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ عمل سے مایوسی کرم (خداوندی) پر اعتماد کو مستلزم ہے۔

۳۳۲ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: آپ نے جو مکتوب گرامی قاصد ملا زاہد کے ہمراہ روانہ کیا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا ؏ اے وقتِ تو خوش کہ وقتِ ما خوش کردی [اے وہ شخص کہ جس نے ہمارے وقت کو خوش کیا تیرا وقت بھی خوش ہو]۔ آپ نے جو مفصل مقدمات اس شخص (آپ) کے عمل سے کامل ناامیدی اور (اللہ تعالیٰ کے) لازوال فضل و کرم پر کلی اعتماد کی خبر دینے والے درج کئے تھے واضح ہوئے، بیشک عمل سے ناامیدی جسقدر زیادہ ہوگی فضل پر اعتماد اسی قدر زیادہ ہوگا، لوگوں نے کسی بزرگ سے پوچھا کہ یہ تمام امید جو کہ آپ رکھتے ہیں کس بنا پر رکھتے ہیں، انھوں نے فرمایا بیاسی من کل عملی [یعنی یہ تمام امید جو کہ میں رکھتا ہوں یہ میرے ہر عمل سے میری ناامیدی کے سبب سے ہے] اور موت و قیامت کو یاد کرنے اور اس (اللہ) تعالیٰ کے ساتھ امید و حسن ظن کی وجہ سے دار اللقاء (آخرت) کے شوق غالب آنے کی بابت جو کچھ درج تھا نیک و مبارک ہے، حدیث نفیس احسن ظنک بربک [اپنے رب کے ساتھ اپنا گمان اچھا رکھو] اور حدیث قدسی انا عند ظن عبدی بی [میرا بندہ مجھ سے جیسا گمان رکھتا ہے میں اس کیلئے ویسا ہی ہوں] اس معنی کی تائید کرتی ہے آپنے شوق آمیز اور سوز انگیز مقدمات لکھے تھے اور نیز لکھا تھا "یا الٰہی چونکہ تیرا آشنا مخلوق سے بیگانہ ہے (اسلئے) میں کسی ساتھ آشنائی کا خیال نہیں رکھتا الخ"۔ (اس حقیر نے) امیدوار کیا، حق سبحانہ اس آشنائی کی حقیقت تک پہنچائے اور

اپنے آپ سے اور مخلوق سے کامل رہائی نصیب وقت کرے۔ ع

اے وائے بر آنکہ از خود و از خلق نہ رست [اُس شخص پر افسوس ہے جس نے اپنے آپ اور مخلوق سے رہائی حاصل نہیں کی]

یافت و شہود کی رو سے اس انقطاع اور سالک سے عین و اثر کے دُور ہو جانے کا کمال تجلیاتِ صفاتیہ بلکہ تجلی ذات تعالیٰ کے بغیر میسر نہیں ہے اور ظلماتِ عدم کے آثار کا جو کہ بُعد و دوری کی اندھیری رات ہیں دور ہو جانا سالک کے خرابہ (قلب) پر غیب الغیب کے افق سے آفتابِ احدیت کے طلوع ہوئے بغیر کہ جس کے سبب سے قرب و وصال کی دولت کو پہنچ سکتا ہے، ممکن نہیں ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۷۰

مولانا محمد حنیف کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ذکر کسی غرض کے ساتھ حتیٰ کہ احوال و مواجید کے ساتھ بھی ملا ہوا نہیں ہونا چاہیے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ ع

از ہر چہ میرود سخنِ دوست خوشتر است [دوست کی جو بات بھی بیان کی جائے پسندیدہ ہے]

میرے مخدوم! احدیتِ ذات کے طالب کو چاہیے کہ ذکر و فکر کو آرزوؤں سے خالص کرے اور اپنی

۳۳۳ اغراض و خواہشات کے ساتھ نہ ملائے بلکہ احوال و مواجید بھی اس میں ملحوظ و منظور نہ ہوں فَاذْكُرُوْنِیْ اَذْكُرْكُمْ [پس تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا] کے وعدہ کے مطابق اس طرف سے بھی یاد کریں گے۔ دیکھئے کہ کس طرز پر یاد فرماتے ہیں اور کس بخشش کے ساتھ نوازتے ہیں بلکہ ذکر میں چاہیے کہ اَذْكُرْكُمْ [میں تم کو یاد کروں گا] کی جانب بھی ملحوظ نہ ہو اور سینہ (دل) کو خالی کر کے یاد کرے۔ اگر یہ کہا جائے کہ آیہ کریمہ

۳۲۹ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا [وہ اپنے رب کو خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے ہیں] سے اس کے خلاف مفہوم ہوتا ہے، اور یہ جو (بزرگوں نے) کہا ہے کہ ہو سکتا ہے اس سے مراد یہ ہو کہ انقطاع (جدائی) سے خوف کھاتے ہوئے اور وصال میں طمع رکھتے ہوئے پکارتے ہیں "یہ تاویل" اس شبہ کی تشفی نہیں کرتی کیونکہ اکثر (ایسا ہوتا) ہے کہ ذکر و عبادت میں یہ خوف اور یہ طمع بھی منظور نہ ہو اور وصل و فراق ممنوع نہ ہو۔ ہم (جواب میں) کہتے ہیں کہ شک نہیں ہے کہ ثواب و عذاب اور قرب و درجات سے قطع نظر وہ سبحانہٗ تعالیٰ محض اپنی ذاتِ اقدس کے ساتھ بھی ذکر و عبادت کا مستحق ہے اور یہ آیہ کریمہ اس معنی کے منافی نہیں ہے، غایۃ الامر جائز ہے کہ یہ آیہ کریمہ استحقاقِ صفاتی کے لحاظ سے ہو اور استحقاقِ ذاتی اس کے ماسوا ہو اور وہ دوسری

نصوص سے جن میں کہ تسبیح وذکر خوف ورجا کے ساتھ مقید نہیں ہے مستفاد ہوتا ہے مثلاً اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى [مگر اپنے پروردگار اعلیٰ کی رضامندی چاہنے کے لئے (مال خرچ کرتا ہے)] اور آیۂ کریمہ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ [اور تم اللہ کی رضا جوئی کے سوا اور کسی غرض سے خرچ نہیں کرتے] اور ہوسکتا ہے کہ آیۂ کریمہ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ الآیہ میں دعا بمعنی سوال ہو جو کہ ذکر کے بالمقابل ہے جیسا کہ حدیثِ قدسی میں آیا ہے کہ جس کو میرے ذکر نے سوال کرنے سے روک دیا میں اس کو اس سے افضل دیتا ہوں جو سوال کرنے والوں کو دیتا ہوں اور سوال اس حیثیت سے کہ وہ سوال ہے التماس ہیں خوف وطمع ملحوظ ہے بخلاف ذکر کے۔

مکتوب ۱۷۱

حاجی محمد افغان کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

میرے مخدوم! اوقات کو آباد رکھیں اور خلوت و تنہائی کی طرف بہت زیادہ راغب رہیں اور لوگوں کے ساتھ خصوصاً غیر آدمیوں کے ساتھ جو کہ سلسلہ میں داخل نہیں ہیں بہت کم میل جول رکھیں ضرورت کے مطابق ان کے ساتھ نشست و برخاست رکھیں لیکن طالبوں کے حالات میں اچھی طرح مشغول رہیں اور ان کے حالات کی تفتیش اور احوال پرسی جیسی کہ ہونی چاہئے کرتے رہیں اور اہلِ خانہ کے شرعی حق بھی بجالائیں اور ان کے ساتھ زیادہ میل جول نہ رکھیں کیونکہ عورتوں کی مصاحبت دنیا کے حقیر و قلیل مال کی طرف رغبت دلاتی ہے اور حق سبحانہ وتعالیٰ سے غافل کرتی اور دور پھینکتی ہے۔

مکتوب ۱۷۲

۳۳۲

محمد کاشف کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ کاملین کے حق میں ظاہر بھی باطن کی طرح دائمی حضور کے ساتھ متصف ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللہ تعالیٰ بالنون والصاد (نون وصاد کے طفیل) ماسویٰ کی غلامی سے آزاد کرے، اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا [اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو تم ان کو شمار نہیں کر سکوگے]۔ حق سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے صوری و معنوی ظاہری و باطنی فیض و انعام دائمی ہے کہ اگر ایک ساعت یا ایک لمحہ یہ فیض منقطع ہو جائے تو بندہ کے وجود اور کمالاتِ تابعِ وجود کا

کچھ بھی نشان باقی نہ رہے۔ پس بندہ پر لازم ہے کہ ایک لمحہ یا ایک پلک جھپکنے تک بھی اُس ذاتِ اقدس سے غافل نہ رہے اور دائمی حضور کے ساتھ موصوف رہے عجیب خسارہ اور شرمندگی ہے کہ منعمِ حقیقی انعام کے درپے ہو اور جس پر انعام کیا جائے وہ اس کی طرف کوئی توجہ نہ رکھتا ہو اور (اُس سے) روگردانی کرنے والا ہو۔

کسے کو غافل از حق یک زمان ست   درآں دم کافر است اما نہان ست

[جو شخص کہ حق سے ایک پل بھی غافل ہے وہ اس وقت کافر ہے لیکن پوشیدہ طور پر ہے] (اس میں) شک نہیں ہے کہ باطن کے لحاظ سے دائمی حضور ممکن بلکہ واقع ہے خاص طور پر ہمارے طریقہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کرم سے یہ دوام آسانی سے حاصل ہو جاتا ہے اور ابتدا ہی میں میسر ہو جاتا ہے لیکن ظاہر کے ساتھ یہ دوام دشوار ہے کیونکہ ظاہر کو جو کہ کثرت کے ساتھ الجھا رہتا ہے غفلت سے چارہ نہیں ہے اور سونے اور لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنے سے چھٹکارا نہیں ہے، ہاں اگر ظاہر کی اس غفلت کو اچھی نیت کے ساتھ ملا لے تو غفلت عین حضور ہو جائے اور عبادت میں سستی دُور ہونے کی نیت سے سونا طاعت میں داخل ہے نوم العلماء عبادة [علماء کا سونا عبادت ہے] (یہ مقولہ) آپ نے سُنا ہو گا اور (اسی طرح) لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کی نیت سے ان کے ساتھ میل جول رکھنا احکاماتِ شرعیہ میں سے ہے اور ہر وہ شخص جو کسی امر میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرنے والا ہے وہ اللہ کا ذاکر ہے۔ پس ظاہر کے لحاظ سے بھی دائمی حضور ثابت ہو گا اور اس لحاظ سے ظاہر و باطن دوام آگاہی کے ساتھ موصوف ہوں گے کیونکہ باطن تمام کا تمام کسی شرکت کے بغیر خالص حق تعالیٰ جل وعلا ہی کے لئے ہے اور ظاہر جو کہ کبھی حاضر اور کبھی غائب ہے اس کا نصف بھی خالص اُس (اللہ) تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور ظاہر کا دوسرا نصف جو کہ صورت کے لحاظ سے غفلت و غیبت میں ہے چونکہ مولا سبحانہ وتعالیٰ کی طاعت میں ہے (اس لئے) وہ بھی اس بارگاہِ قدس ہی کی طرف لوٹنے والا ہے، اِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ [امرِ تمام کا تمام اسی کی طرف لوٹتا ہے پس اُسی کی عبادت کر اور اسی پر بھروسہ کر]۔ هود ۱۲۳ جاننا چاہئے کہ یہ دوام جو ظاہر و باطن دونوں کے لحاظ سے ہو افرادِ انسانی میں سے کامل ترین افراد کا حصہ ہے جو کہ نفسِ امارہ کی اطاعت سے باہر ہو چکے ہیں بلکہ اطمینانِ نفس ۳۲۵ کے ساتھ مشرف ہو چکے ہیں اور کامل ترین فنا اور اکمل بقا سے واصل ہو چکے ہیں اور نیت کی تصحیح اور عمل میں اخلاص کی تکلیف سے رہائی پا چکے ہیں جو شخص کہ نیت کی تصحیح اور اخلاص کے تکلف میں ہے وہ مخلِص بکسرِ لام (رہائی پانے والا) ہے اور جو شخص کہ تکلف سے گذر چکا اور حقیقت سے جا ملا ہے وہ مخلَص بفتحِ لام (رہائی پایا ہوا) ہے جو کہ آیۂ کریمہ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ [بے شک وہ ہمارے مخلَص (رہائی پائے ہوئے) بندوں میں سے ہے] میں وارد ہے اور یوسف ۲۴ مخلِصین (کسرۂ لام کے ساتھ) بڑے خطرے پر ہیں۔ والسلام۔

مکتوب ۱۷۳

خواجہ ابراہیم کے نام اُن کے اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو کسی بزرگ کی عبارت کے معنی سے متعلق تھا کہ انھوں نے کہا ہے کہ میں حق تعالیٰ کے علم کو اپنے علم میں گم پاتا ہوں۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے روز مرہ کے امور لائق شکر ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے اکابر کے طریقہ پر آپ کی استقامت کی امید کی گئی ہے پس یہی کام کی اصل و بنیاد ہے اور اس کے بغیر بے فائدہ تکلیف اٹھانا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ "میں حق تعالیٰ کے علم کو اپنے علم میں گم پاتا ہوں"۔ آپ نے اس بات کے مستبعد ہونے کا اظہار کیا تھا اور لکھا تھا "اس کے برعکس کہنا چاہیے کہ میں اپنے علم کو علمِ واجبی تعالیٰ میں محو پاتا ہوں"۔ میرے مخدوم! دید (مشاہدہ) پر اعتراض کی گنجائش نہیں ہے لیکن اس دید کے منشاء (سبب) کو تلاش کرنا چاہیے۔ جان لیں کہ اس دید کا منشاء (سبب) یہ ہے کہ اس نے اپنے علم کو علمِ واجبی (الٰہی) جل سلطانہ کا آئینہ پایا ہے اور آئینہ کو اس چیز سے زیادہ جامع خیال کیا ہے جو کہ آئینہ میں ہے جیسا کہ آفتاب یا آسمان کی صورت آئینہ میں ظاہر ہو اور کوئی سادہ لوح آفتاب یا آسمان کو آئینہ کا جزو تصور کرے، یہ شیٔ کے نمونہ کا شیٔ کے ساتھ مشتبہ ہونے کی قسم سے ہے کیونکہ آئینہ میں آفتاب کا نمونہ (عکس) ظاہر ہے نہ کہ عینِ آفتاب۔ اس بیان سے مولوی معنوی قدس سرہٗ کے اس شعر کے معنی حل ہوگئے جو کہ انھوں نے فرمایا ہے ؎

علمِ حق در علمِ صوفی گم شود — ایں سخن کے باور مردم شود

[حق تعالیٰ کا علم صوفی کے علم میں گم ہو جاتا ہے لوگوں کو اس بات کا یقین کب آتا ہے] اور (یہ بات) اس بات کے قریب ہے جو کہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا ہے کہ "جمع محمدی جمع الٰہی سے اجمع ہے اس لئے کہ جمع محمدی جمع الٰہی کے خلاف وجوب و امکان کے مراتب کی جامع ہے"۔ یہ بھی نمونے کے اصل کے ساتھ مشتبہ ہونے کی قسم سے ہے کیونکہ آئینۂ محمدی میں (جو ظاہر ہے وہ) مرتبۂ وجوب کی صورت ہے نہ کہ اس مرتبہ کا عین۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎ ۳۳۶

تو از خوبی نمی گنجی بعالم — مرا ہرگز کجا گنجی در آغوش

[جب تو خوبی کی وجہ سے عالم میں نہیں سما سکتا تو پھر میری آغوش میں بھلا کہاں سما سکتا ہے]۔ اس فقیر کو بھی یہ دید کبھی کبھی اپنے بارے میں حاصل ہوتی ہے لیکن چونکہ اس کا منشاء (سبب) اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے فضل و کرم سے

معلوم ہے (اس لئے) لغزش و خطاء سے محفوظ ہے ما للتراب و ربّ الارباب [ع چہ نسبت خاک را باعالم پاک] اس قسم کی چیزیں اس راستہ میں بکثرت رونما ہوتی ہیں (ان سب سے گذر جانا چاہئے اور عاجزی و نادانی میں آنا چاہئے اور بندہ بننا چاہئے اور خواجگی (بزرگی) کا خیال سر سے نکال دینا چاہئے اور نہایت خاکساری کے ساتھ بندگی کے لوازم بجالانے چاہئیں اگر بندگی میں قبول فرمالیں تو یہ عزو شرف ورنہ خسارہ نقدِ وقت ہے، ممکن کا کمال بندگی میں ہے، خداوندی اس سبحانہ و تعالیٰ کے لئے مسلم ہے ؎

گر زمعشوقت خیالے در سر است نیست معشوق آں خیالِ دیگر است

[اگر تیرے سر میں معشوق کا کوئی خیال ہے تو وہ معشوق نہیں ہے (بلکہ) کوئی اور خیال ہے] والحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ و السلام علیٰ رسولہ محمد و سرور دعلی الہ الکرام و اصحابہ العظام الی یوم القیام۔

مکتوب ۱۷۴

خواجہ گدا کے نام اجمال کے طور پر خلاصہ سلوک کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: برادرِ گرامی خواجہ گدا محمد اس دور افتادہ سے بہت بہت دعائیں پڑھیں اور اوقات کو ذکر و مراقبہ میں بسر کریں یہاں تک کہ دل کو مذکور (اللہ تعالیٰ) کے ماسوا سے کامل انقطاع حاصل ہو جائے اور اشیاء کے ساتھ اس کا محبّی اور علمی تعلق زائل ہو جائے اور اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے ساتھ حضور (اس کے) دل کا ذاتی وصف ہو جائے اور یاد کرنے کے تصنع و تکلف سے رہائی حاصل کرلے جیسا کہ سننا قوتِ سامعہ کی صفت اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت ہے، اس کے بعد کوشش کرے کہ حضوری کی صفت اس بارگاہِ اقدس کی طرف رجوع کرے اور نفسِ حاضر (ذاتِ ذاکر) درمیان سے اٹھ جائے اور اس کا حضور اغیار (ماسوا) کی مزاحمت کے بغیر خود بخود صورت پذیر ہو جائے، حال کا نتیجہ اور اہلِ کمال کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے، والسلام۔

مکتوب ۱۷۵

حاجی حسین کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مشاہدات اور تخیلات کی نفی کرنی چاہئے۔ ۳۳۷

جنابِ مشیخت مآب شیخ حاجی حسین دور افتادہ دوست کو فراموش نہ کریں اور کبھی کبھی دعا میں یاد کرتے رہیں اور اپنے حالات کی اطلاع دینے اور دوستوں کے احوال معلوم کرنے سے غافل نہ رہیں اور

بدنوں کی دوری کو دلوں کی دوری کا سبب نہ بنائیں اور فیوض کے دروازوں کو جو کہ قلوب کے راستہ سے ہیں ہمیشہ کھلا رکھیں اور اپنے تمام مشاہدات و تخیلات کو جو کہ حقانیت کے عنوان کے ساتھ ظاہر ہوں نفی کریں اور معلومات و مشہودات کے ماوراء کوشش کریں اور مجہول الکیفیت نسبت کے طالب رہیں، ہاں جو مشہود کہ نسبت مذکور کی مانند ہو اور اُس معاملہ کو یاد دلائے اس کی نفی کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور طاعات و عبادات کی پابندیوں پر مستقیم رہیں اور تمام اوقات کو اس میں مستغرق رکھیں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۷۶

میرزا لطف اللہ بن سعید خاں کے نام اس بارے میں کہ فنا معرفت کے لئے شرط ہے اور اس اعلیٰ دولت کے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حضرت حق سبحانہٗ نبی کریم اور ان کی بزرگ آل علیہ و علیہم الصلوات والبرکات الیٰ یوم التناد کے طفیل ظاہر کو شریعت منورہ کے زیور سے آراستہ اور باطن کو اس کے ثمرات و برکات سے شاداب سیراب رکھے۔ میرے مخدوم! چونکہ بنی آدم کی پیدائش سے مقصود حق جل شانہٗ کی معرفت حاصل کرنا ہے اور معرفت اس بزرگ گروہ کے طریق پر معروف ہیں فنا ہوئے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی ؂

ہیچ کس را تا نگردد او فنا نیست رہ در بارگاہِ کبریا

[جب تک کوئی شخص فنا نہ ہو جائے اس کیلئے بارگاہِ الٰہی میں باریابی نہیں ہے] پس ہم جیسے ہجرت زدوں کیلئے ضروری ہے کہ عمر عزیز کو اس مطلوبہ دولت کے راستہ میں خرچ کریں صوری (ظاہری) فنا سے پہلے حقیقی فنا کی طرف جلدی کریں اور وقت کے سرمایہ کو فانی لذتوں کے پورا کرنے کے پیچھے نہ لگائیں اور جس چیز کی تخریب (بربادی) طلب کی گئی ہے اس کی تعمیر (آبادی) نہ کریں، بُعد و حرمان کا عذاب جہنم کے عذاب سے بدتر ہے جیسا کہ قرب و وصال کی لذت جنت النعیم کی لذتوں سے زیادہ ہے پس اس شخص پر افسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی اور اس شخص پر حسرت ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی حدود سے تجاوز کیا، دنیا میں دوبارہ آنا نہیں ہے مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا۔ (بنی اسرائیل)

[جو شخص اس (دنیا) میں اندھا رہا پس وہ آخرت میں (بھی) اندھا اور راستہ سے بھٹکا ہوا ہوگا] ؂

۳۳۸

ترسم کہ یار با ما نا آشنا بماند تا دامنِ قیامت ایں غم بما بماند

[میں ڈرتا ہوں کہ مبادا محبوب ہمارے (حال) نا آشنا ہی رہے (اور) قیامت کے دامن تک یہ غم ہمارے ساتھ رہے]

صاحب استعداد نوجوانوں پر افسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی اعلیٰ فطرتوں کو اس کمینی (دنیا) کی طرف لگا دیا ہے اور ظاہر کے ساتھ اس غدار بدکارہ پر فریفتہ ہو گئے ہیں اور قیمتی جواہرات کی بجائے چند ٹھیکریوں پر اکتفا کر رہے ہیں، جمالِ مطلق چمک رہا ہے اور اس کی طرف آنے جانے کی راہ کھلی ہوئی ہے اور ہم جیسے پست فطرت لوگ اس جمال سے محروم اور اس بلند بارگاہ سے مہجور ہیں ؎

در جہاں شاہدی و ما فارغ ۔۔۔ در قدح جرعۂ و ما ہشیار

(دنیا میں ایک شاہد (معشوق) ہے اور ہم بے پرواہ ہیں پیالہ میں کچھ شراب ہے اور ہم ہشیار ہیں) نہایت خجالت و شرمندگی ہے کہ صاحبِ جود و سخا ذاتِ کریم اُس عزت و جلال کے باوجود ایک نظر اس ذرہ مثال کی طرف رکھے اور اس کے پوشیدہ و ظاہر سے واقف ہو (اور) وہ انتہائی جہالت کی وجہ سے قلب کی توجہ کو دوسروں کی طرف لائے اور نیازمندی کا سر غیروں کے آگے رکھے۔ رباعی

آمد سحر آں دلبر خونیں جگراں ۔۔۔ گفتا کہ تو بر خاطر من بار گراں
شرمت بادا کہ من بسویت نگراں ۔۔۔ باشم تو نہی چشم بروئے دگراں

(صبح کے وقت وہ خونیں جگر والوں کا دلبر آیا، اس نے کہا کہ تو میرے دل پر بھاری بوجھ ہے، تجھ کو شرم آنی چاہئے کہ میں تیری طرف دیکھ رہا ہوں اور تو دوسروں کے چہروں پر نظر رکھتا ہے)۔ چاہیے کہ ظاہری ملاقات تک خط و کتابت کے طریقہ کو جاری رکھیں تاکہ باطنی فیوضات کا راستہ اور زیادہ کھلا رہے۔

مکتوب ۱۷۷

ملا جمال الدین کے نام اس بارے میں کہ کشوف و وقائع پر اعتماد نہیں رکھنا چاہئے اور قابلِ اعتبار کمال صانع جل وعلا کی معرفت ہے اور فنا کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ آپ کے مکتوبات شریف نے پے در پے یکے بعد دیگرے پہنچ کر خوش وقت و مسرور کیا۔ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ہمیشہ ذوق و شوق کے ساتھ رکھے اور اعلیٰ مقامات و ترقیات عطا فرمائے۔ میرے مخدوم! چونکہ کشوف و منامات اور صحیح و صادق بشارات اور ان کے برعکس (یعنی غیر صحیح و صادق بشارات) میں فرق کرنا دشوار ہے (اس لئے) ان پر اعتماد نہیں رکھنا چاہئے اور ان کا چنداں اعتبار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ معتدبہ کمال ان کے ساتھ وابستہ نہیں ہے جو کچھ اعتماد کے لائق اور بلاشبہ نجات دینے والا ہے وہ کتاب و سنت ہے۔ چاہئے کہ ہمت اس پر لگا دیں کہ کتاب و سنت

مقتضا پر عمل میسر آجائے۔ اور ذکر بھی شرعی احکامات میں سے ہے اس پر ہمیشگی کو ترک نہ کریں اور اوقات کو اس میں مشغول رکھیں اور جس کو اہل اللہ نے کمال قرار دیا ہے وہ صانع (اللہ جل وعلا) کی معرفت ہے اور معرفت سے مراد معروف میں فنا ہو جانا ہے ؎

تو مباش اصلاً کمال این ست و بس   رو درو گم شو وصال این ست و بس ۳۳۹

[تو ہرگز نہ رہ کمال یہی ہے اور بس، جا اس میں گم (فنا ہو جا) وصال یہی ہے اور بس] اور فنا ہمارے طریقہ کے مطابق دو طرح پر ہے، پس فنائے قلب اس کا مذکورکے ماسوا کو اس حد تک بھول جانا ہے کہ اگر وہ تکلف کے ساتھ بھی ماسوا کو یاد کرے تو اس کو یاد نہ آئے، ماسوا کے ساتھ اس کا حُبّی و علمی تعلق بالکل منقطع ہو جائے۔ اور فنائے نفس سے مراد یہ ہے کہ نفسِ حاضر (ذاتِ سالک) کی پوری طرح نفی ہو جائے اور عدمِ محض کے ساتھ اس درجہ تک مل جائے کہ خود کو انا سے تعبیر نہ کر سکے، اس مقام میں عارف کو نہ کوئی ذکر ہوتا ہے اور نہ کوئی توجہ کیونکہ عارف سے کوئی اثر (نشان) باقی نہیں رہا ہے ذکر و توجہ کس کے لئے ہوگی، اس کے بعد اگر ذکر و توجہ و حضور ہے تو اپنے آپ سے اپنے ساتھ ہے اس فنا سے مقصود حق سبحانہ وتعالیٰ کے ماسوا کے ساتھ گرفتاری کا زائل ہونا ہے خواہ وہ (ماسوا) آفاق ہو یا انفس ہو کہ (یہ) زہرِ قاتل و مرض مہلک ہے اور (نیز اس فنا سے مقصود) ایمان کا روشن و نمایاں ہونا اور احکامِ شرعیہ کا کامل طور پر مطیع ہونا اور اوامر کے بجالانے اور نواہی سے باز رہنے میں آسانی ہونا اور طاعات میں عُجب (خود پسندی) اور ریا کا دور ہونا ہے تاکہ اخلاص پیدا ہو جائے اور نفسِ امارہ کا اطمینان ہے جو کہ ذاتی طور پر احکامِ الٰہی جل وعلا کا مخالف ہے اور حقیقی اسلام کے ساتھ مسلمان ہونا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ سیر و سلوک و فنا و بقا سے مقصود بندگی و نیستی کا حاصل کرنا ہے تاکہ بندگی کے احکام و لوازم جیسے کہ وہ ہیں بقدرِ امکان بجالائے اور سرکشی جو کہ نفس و خواہش کی راہ سے پیدا ہے زوال کی طرف رُخ کرے۔ یہ مراد نہیں ہے کہ بندہ بندگی کے حلقے سے سر باہر نکالے اور خواجگی (بزرگی) کا دعویٰ کرے اور غیبی صورتوں اور انوار کا تماشا کرے حسی صورتیں اور انوار کیا کم ہیں کہ کوئی شخص اُن کو چھوڑ کر غیبی صورتوں اور انوار کی ہوس کرے، حسی اور غیبی صورتیں اور انوار دونوں مخلوق ہیں اور حدوث کے داغ سے داغدار ہیں، حق جل سلطانہ کی رویت و مشاہدہ آخرت کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں دنیا میں نہیں ہیں جیسا کہ علمائے کرام و صوفیہ عظام کا اجماع اس پر واقع ہے اور جو کچھ دنیوی زندگی سے تعلق رکھتا ہے وہ یقین کا حاصل ہونا ہے بس دنیا وی نتائج میں صوفیہ کرام کے طریقہ کا نتیجہ احکامِ شرعیہ کو پورا کرنا ہے اور وصل و مشاہدہ و قرب ایک ایسا نتیجہ ہے جو کہ آخرت سے تعلق رکھتا ہے۔ چاہیئے کہ احکامِ شرعیہ کے بجالانے میں کمرِ ہمت چُست رکھیں اور امرِ معروف و نہی منکر کو اپنا شیوہ بنائیں اور متروکہ سنتوں کے

زندہ کرنے کو اہم امور میں سے جانیں اور جو وارد بھی پیش آئے اس کو چھپانے میں کوشش کریں اور واقعات ومنامات پر اعتماد نہ کریں اگر کوئی شخص خواب میں بادشاہ یا قطبِ وقت ہو گیا تو (اس سے) کیا ہوتا ہے؟ بادشاہ اور قطب وہ شخص ہے جو کہ خارج میں ان دونوں منصبوں پر پہنچ جائے اور اگر خارج میں بھی کوئی شخص بادشاہ ہو گیا یا کائنات کی چیزیں اس کے تابع ہو گئیں تو اس نے کونسی بزرگی حاصل کر لی اور قبر و قیامت کا کونسا عذاب اس سے رفع ہو گیا۔ ؎ ۳۴۷

گر دیو و پری مسخرِ تو گردد زیں ہر دو چہ حاصلِ تو گردد

[اگر دیو اور پری تیرے تابع ہو جائیں تو ان دونوں سے تجھے کیا حاصل ہو گا] بلند ہمت لوگ اس قسم کے امور کی طرف التفات نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی مرضیات میں کوشش کرتے رہتے ہیں اور فنا و نیستی حاصل کرنے اور واردات کے چھپانے میں سعی کیا کرتے ہیں، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی حمد ہے کہ آپ بزرگوں کے ساتھ محبت و اعتقاد میں پوری پختگی رکھتے ہیں اور آپ کے اطوار و عادات اچھے سننے میں آئے ہیں، آپ جیسے دوستوں سے ہم امیدوار ہیں کہ اس گنہگار کو دعا سے فراموش نہ کریں گے اور رحمت و مغفرت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو اس فقیر کے حق میں طلب کرتے رہیں گے، والسلام۔

مکتوب ۱۷۸

مولانا حسن علی کے نام علومِ شرعیہ کے حاصل کرنے اور حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی سنت کو زندہ کرنے پر ترغیب دینے اور دیگر نصیحتوں کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور دعائیں دینے کے بعد سعادت آثار برادر عزیزم مولانا حسن علی، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے حال کو اچھا کرے اور اس کی امیدیں پوری فرمائے کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ (اس طرف کے) احوال حمد کے مستحق ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و احسان ہے، اللہ تعالیٰ سے اکابر کے طریقہ پر ثابت قدمی اور استقامت کی دعا کی گئی ہے پس بیشک یہی کام کا سرمایہ اور نجات کا مدار ہے اور اس کے بغیر بے فائدہ رنج اٹھانا ہے۔ اے بھائی! چونکہ آخری زمانہ کے اوقات ہیں (دین کے معاملہ) میں سستی آگئی ہے اور سنت متروک ہو گئی اور بدعت پھیل گئی ہے (اس لئے) علوم کا حاصل کرنا اور ان کو پھیلانا اس طرح کے ظلمانی دور میں اہم کاموں میں سے ہے اور سنتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کو زندہ کرنا اعظم مقاصد میں سے ہے، علوم شرعیہ کے حاصل کرنے

اور اُن کی نشر و اشاعت اور سنتِ مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے زندہ کرنے میں کمرِ ہمت مضبوط باندھیں اور نامرادی کے گوشے اور عاجزی و نیستی کی صفت کے ساتھ بارگاہِ الٰہی عز برہانہٗ میں دائمی نگرانی (حضوری) کو ترک نہ کریں، اور احوال و مواجید کی کچھ فکر نہ کریں کیونکہ اُن کا کمال آخرت کے ساتھ وابستہ ہے اور وہ امور جن کے ساتھ صوفیائے وقت خوش ہیں یا وہ کسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً [جیسا کہ چٹیل میدان میں چمکتا ہوا ریت جس کو پیاسا آدمی (دور سے) پانی سمجھتا ہے] کی قسم ہیں یا ان کی تسلی کے لئے ہیں، ہزاروں میں سے کسی ایک کے لئے ظاہر کرتے ہیں جیسا کسی نے بھی یہ کہا ہے خوب کہا ہے: تلک خیالات تربی بہا اطفال الطریقۃ [یہ وہ خیالات ہیں جن سے طریقت کے بچوں کی پرورش کی جاتی ہے] (یہ گھر (دنیا) عمل کا گھر ہے، طاعات کی ادائیگی میں مردوں کی طرح رہیں اور خلوت و گوشہ نشینی ۳۴۱ کو غنیمت جانیں ظاہری معاش کے کاموں کو حضرت رزّاق ذوالقوۃ المتین [نہایت مضبوط قوت والے رزاق یعنی اللہ تعالیٰ] کے سپرد کر دیں اور جمعیت (اطمینان) کو اس کی تدبیر کے ترک میں جانیں کیونکہ تدبیر اور اسباب جمع کرنے کا معاملہ دور و تسلسل کی طرف لے جاتا ہے اور اس سے کامل جمعیت (اطمینان) کا حاصل ہونا عادۃً محال ہے۔ دیگر یہ کہ آپ کے والد بزرگوار کے لئے فاتحہ پڑھی گئی، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ [بیشک ہم سب اللہ تعالیٰ کے ہیں اور ہم سب اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں] حق سبحانہ وتعالیٰ اپنی رحمت میں شامل فرمائے اور پسماندگان کو اپنی قضا پر رضا نصیب فرمائے (ان کے ایصالِ ثواب کیلئے) فاتحہ و صدقہ اور (اُن کی مغفرت طلب کرنے کے لئے) استغفار سے ہمیشہ ان کو یاد کرتے رہیں۔

مکتوب ۱۷۹

خواجہ محمد صدیق کے نام شریعت پر استقامت چاہنے اور مرشد کی محبت پر رہنمائی کرنے کے متعلق اور اس بارے میں کہ حصولِ نسبت اور چیز ہے اور اس کا علم ہونا اور چیز ہے اور اس چیز کی وضاحت میں کہ حال ہو اور اس حال کا علم نہ ہو، تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب پسندیدہ کچھ نیاز (ہدیہ) کے ساتھ یکے بعد دیگرے پہنچا اور اس کے بلیے چوڑے مقدمات واضح ہوئے۔ میرے مخدوم! اس طرف سے کمال صفائی ہے کوئی غبار اپنے دل پر نہ لائیں، مایوسی دشمنوں کو نصیب ہو، اپنے کام میں کوشش کرتے رہیں اور جس حال میں بھی ہوں نیستی کی صفت کی طرف دائمی توجہ کو ہاتھ سے نہ دیں اور حضرت حق سبحانہ سے

استقامت طلب کریں، الاستقامۃ فوق الکرامۃ [استقامت کرامت سے افضل ہے] آپ نے سُنا ہوگا۔ فقیر بھی آپ کی استقامت کے لئے دُعاگو ہے، امید ہے کہ اس کے آثار ظاہر ہوں گے، اگر احوال و مواجید کچھ بھی ظاہر نہ ہوں اور شریعت پر اور حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) اور ان کے درویشوں کی محبت پر استقامت حاصل ہو تو کوئی خوف نہیں ہے اور حقیقت سے بے نصیب نہیں ہے اور اگر معاملہ برعکس ہے تو استدراج کے سوا کچھ نہیں جاننا چاہیے، اس تعلق کو مضبوط رکھنا چاہیے۔ ہمارے بزرگوں کی نسبت بہت بلند اور عقل کے دائرے سے باہر ہے، مشکل ہے کہ ادراک (سمجھ) کا ہاتھ یکایک (یکدم) اس کے دامن تک پہنچے اگرچہ (یہ نسبت) حاصل ہو کیونکہ حصول اور چیز ہے اور اس (حصول) کا علم دوسری چیز ہے یعنی نسبت کے حصول کا علم باطن کے لئے ہے کیونکہ علم و التذاذ اسی کے نصیب ہے اگرچہ ظاہر کے ساتھ ملا ہوا ہے چنانچہ باطن کا علم و التذاذ ابتدا میں ہمسائیگی کی وجہ سے ظاہر میں بھی سرایت کرتا ہے اور ظاہر بھی واجد و لذت یافتہ ہو جاتا ہے اور جب کام انتہا کو پہنچ جاتا ہے (اور) باطن ظاہر سے جدائی اختیار کر لیتا ہے اور ہمسایہ ہونے کا حق جاتا رہتا ہے تو ظاہر بیچارہ باطنی دولت سے بہت کم
۳۴۲ حصہ لیتا ہے اور اپنے آپ کو خالی اور بے نسبت پاتا ہے بلکہ کبھی (ایسا) ہوتا ہے کہ باطن کے ساتھ کمال بے مناسبتی کی وجہ سے ہدایت یافتہ مبتدی کو جس نے کہ اندراج النہایۃ فی البدایۃ (ابتدا کا انتہا میں درج ہونا) کے حکم کے مطابق انتہا کی چاشنی پائی ہے اور قلب سے جو کہ جذبہ کا مقام ہے نہیں نکلا ہے اور اس کے مقلب (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ نہیں ملا ہے اور ظاہر میں ذوق و وجد کے ساتھ موصوف ہے اپنے آپ سے زیادہ کامل جانتا ہے اور اپنے آپ سے نسبت کی نفی کر کے اس کو صاحبِ نسبت جانتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طالب اس قسم کے مبتدی اور متوسط کی صحبت میں بظاہر زیادہ رشد و ہدایت سمجھتا ہے اور وجد و التذاذ زیادہ دیکھتا ہے چونکہ اس کا مُرشد شوق و وجد کے ساتھ لذت پا رہا ہے اس لئے مرید میں بھی یہ کیفیت پرتو (عکس) ڈالتی ہے۔ شیخ الاسلام (قدس سرہٗ) نے کہا ہے کہ اگر خرقانیؒ اور محمد قصابؒ موجود ہوتے تو میں تم کو اُن (محمد قصابؒ) کے پاس بھیجتا نہ کہ خرقانیؒ کے پاس، کیونکہ وہ تمہارے لئے خرقانیؒ سے زیادہ فائدہ مند ہوتے یعنی خرقانی منتہی تھے مریداُن سے کم فائدہ حاصل کرتا۔ راقم کہتا ہے یعنی وہ فائدہ جو کہ وجد و دانش سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ مطلقاً فائدہ کیونکہ کامل فائدہ وہ ہے جو کہ منتہی کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے، پہلے فائدہ کو اس فائدے کے ساتھ کیا نسبت ہے وہ فائدہ کی صورت ہے اور یہ فائدہ کی حقیقت ہے لیکن چونکہ نہایت بلندی کی وجہ سے اس کی نسبت معرفت و ادراک سے باہر ہے طالب میں بھی اسی کیفیت کے ساتھ ظہور کرتا ہے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی نسبت یہی تھی فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ [پس تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو] والسلام۔

مکتوب ۱۸۰

حقایق و معارف آگاہ جامع علوم ظاہری و باطنی شیخ محمد یحییٰ دامت برکاتہٗ کی خدمت میں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصیات اجمالی طور پر بیان کرنے اور ایک درویش کے احوال کے درپے ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ میرے مخدوم! (آپ کے) آخری مکتوب میں درج تھا کہ بالمشافہ بھی اُن حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کے بعض خصوصی معارف ذکر کیے جاتے ہیں، مثلاً معارفِ توحیدی سے گذر جانے اور مقامِ جذبہ و سلوک سے اوپر جانے کو بے تکلّف تسلیم و تصدیق کرتا ہے۔
اے عزیز! حضرت عالی (قدس سرہ) کے فضائل اور وہ خصوصیات جن سے اُن کو دوسروں پر فضیلت ہے جو کہ اس فقیر نے لکھی نہیں دوسرے امور ہیں کہ عقل و وہم کی آنکھ ان کے ادراک میں خیرہ (چکاچوند) اور زبانِ خیال اُن کے بیان کرنے میں گونگی ہے اور یہ کمال جو آپ نے بیان کیا ہے ان کمالات و فضائل کی بلندیوں کے زینوں میں سے نیچے کا ایک درجہ ہے بلکہ اس کمال کو جو کہ کمالاتِ ولایت میں سے ہے اُن امور کی نسبت جو کہ کمالاتِ نبوت پر متفرع ہیں کوئی اعتبار و شمار نہیں ہے کاش کہ سمندر کے ساتھ ایک قطرہ کی نسبت ہی رکھتا ہوتا، یہ کمال لائقِ اظہار علوم کی قسم سے ہے اور وہ امور اُن اسرار میں سے ہیں جن کا پوشیدہ رکھنا لازم ہے، ظاہر ہے کہ علوم کو اسرار کے ساتھ کیا نسبت ہے، اور جو معاملہ کہ حضرت عالی قدس سرہٗ کی پیدائش کے ساتھ وابستہ ہے وہ جُدا ہے، اور جو اسرار و دقائق اور جو نازک باتیں آپ نے ذات و صفات کے بارے میں لکھی ہیں اور عجیب و نادر تحقیقات و مقالات جو کہ بیان فرمائے ہیں علیحدہ ہیں، اور اصالت اور خاتم الرسل علیہ و علیہم وعلیٰ آل کل الصلوات والتسلیمات کی پیدائش کی بقیہ مٹی سے (حضرت عالیؒ کی) طینت کو خمیر کرنے کے معاملاً خود کیا بیان کرے، اور حضرت عالی (قدس سرہ) کی ولایت کا جو کہ محبیت و محبوبیتِ ذاتی سے پیدا ہوئی ہے کیا پتہ و نشان دے، اور حقیقت کے حقایق سے جو کہ ان کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہیں اور وہ حقیقت بے انتہا رحمتوں کا مخزن ہے کہ اُس کا ایک چشمہ اس عالم میں پھیلا ہوا ہے اور دوسرا چشمہ دوسرے عالم میں ذخیرہ ہو گیا ہے اور رحمٰن و ارحم الراحمین کی رحمت بھی اسی حقیقت سے جاری ہوئی ہے اور انھوں نے تعینِ اول سے بھی ترقی ثابت کی ہے اور دوسروں نے اس سے منع کیا ہے اور سیر و سلوک کی انتہا کو وہاں تک کہا ہے اور اس کے اوپر مرتبۂ اطلاق و لاتعین و ذاتِ بحت

تصریح کیا ہے کہ سیر و سلوک و علم و معرفت کو اُس بارگاہِ قُدس میں نا ممکن بتاتا ہے حضرت عالی (قدس سرہٗ) نے اس سے گذر کر مراتب و تعینات ثابت کیے ہیں اور تعینِ اول کو اس سے کئی مرحلے اوپر لے گئے ہیں خود لاتعین کا تو ذکر ہی کیا ہے اور حقیقتِ محمدی و حقیقتِ قرآنی و حقیقتِ کعبہ ربانی و حقیقتِ صلوٰۃ اور وہ حقیقت جو کہ ان حقایق سے اوپر ہے کہ حضرت عالی قدس سرہ جن کے بیان کے ساتھ ممتاز ہیں۔ (آپ کے) مکتوبات میں مذکور ہیں اور کمالاتِ حقیقتِ ولایتِ محمدی و ولایتِ ابراہیمی و ولایتِ موسوی و ولایتِ احمدی و کمالاتِ انبیاء و خصوصیاتِ رُسل و فضائل اولو العزم اور ان بزرگواروں میں سے ہر ایک کے مبادیٔ تعینات اور خصوصیتِ حضرت روح اللہ (عیسیٰ علیہ السلام) و حضرتِ مہدی موعود و مبادیٔ تعیناتِ ملاءِ اعلیٰ و ولایتِ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کا مبدأ تعین (وغیرہ امور) جو کہ انھوں (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) نے بیان فرمائے ہیں کہاں تک لکھے علیٰ نبینا و علیٰ سائر الانبیاء والملائکۃ الصلوات والتسلیمات و علیٰ اتباعھم، اور اسی طرح حقیقتِ صلوٰۃ کے واصلین کے قدموں کے فرق اور اس مقام میں انبیاء علیہم السلام کی فضیلت اور ان اکابر علیہم التحیات کی چار صنفیں[1]، اور ان انبیاء کرام علیہم الصلوات کی خصوصیات کہ جن کے متبرک نام قرآن مجید میں مذکور ہیں اور یہ کہ آنسرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام کو ان تمام مقامات پر فضیلت ہے اور جو نصیب (حصہ) کہ حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کو اس مقام سے ثابت ہے اور اُس مقام سے حضرت مہدی موعود (علیہ السلام) کا جو نصیب (حصہ) ہے ص ۳۴۴
اور اُن (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کی اپنی اصالت و ولایت اور حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کی اصالت کا منشا (جائے پیدائش)، (غرضکہ راقم) کہاں تک تشریح کرے۔ اور آپ (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) نے مرضِ موت میں جو اسرار و دقائق بیان فرمائے ہیں اور آنسرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کے کمالات اور ان حضرات کے بارے میں اپنی بعض مناسبات بیان کی ہیں کس طرح سے سمجھائے اور محبوبیت کے حقایق اور مقامِ خلت کے دقائق اور محبت کے فضائل اور صباحت و ملاحت کے اسرار اور ان دونوں حُسن کے امتزاج کا آپ نے مطالعہ کیا ہوگا اور (آیاتِ) مقطعات کے اسرار کہ جن کا کچھ اشارہ اوپر گذر چکا ہے ایک بے پایاں سمندر ہے جو کہ گفت و شنید میں نہیں آئے اور سربستہ (حضرت عالیؒ کے ساتھ ہی) چلے گئے۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "اپنے مکشوفات کو حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کے معارف کے برابر جانتا ہے" کلام حضرت عالی (قدس سرہٗ) کے معارف کے سمجھنے میں ہے بلکہ (آپ کی)

[1] انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین مراد ہیں۔

سمجھ میں شیخ ابنِ عربی کی اصطلاح گذری ہے جو اس سے کئی مرحلے دُور ہے، ان کے ساتھ برابری ڈھونڈنا محض خیال ہے جو کہ نادانی اور خام خیالی سے پیدا ہوا ہے، بہت سے نادان ہیں جو کہ جہلِ مرکب کی رو سے اپنے بعض واقعات پر اعتماد کر کے فاسد توہمات میں مبتلا ہو گئے ہیں اور لوگوں کو (صحیح) راستہ سے ہٹا لے گئے ہیں، وہ گمراہ ہیں پس وہ گمراہ کرتے ہیں، وہ برباد ہیں پس دوسروں کو برباد کرتے ہیں، برابری تلاش کرنا ادراک کی فرع بلکہ تصور کی فرع ہے جو کہ وقوع میں نہیں آیا ہے، برابری کہاں اور مساوات کس کو۔ ع

بخواب اندر مگر موشی شتر شد [شاید کوئی چوہا خواب میں اونٹ ہو گیا]

مکتوب ۱۸۱

مولانا جمال الدین کے نام مقام جمع کے بیان اور فرق بعد الجمع کے حاصل کرنے کی ترغیب میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: آپ کے پاکیزہ گرامی نامہ نے مشرف کیا اذواق و مواجید و اشواق و تلوینات کے مطالعہ سے جو کہ رنگین اشعار اور دلکش عبارات کے ضمن میں تحریر تھے بہت محظوظ ہوا۔ ع

اے وقت تو خوش کہ وقتِ ما خوش کردی [اے شخص تیرا وقت بھی خوشی میں گذرے جیسا کہ تو نے ہمارے وقت کو]

میرے مخدوم! اس قسم کے شوق کے ولولے اور عشق کی دیوانگیاں جو کہ سالکوں کو حاصل ہوتی ہیں یہ انجمنِ جمع کا شگوفہ ہیں جو کہ آفتابِ حقیقی کے استواء (نہایت بلندی پر قرار پکڑنے) کے وقت سویدائے قلب کے غنچہ سے سر باہر نکالتے ہیں (ایسا سالک) نماز کو اس استوا کے وقت میں مرفوع (اٹھا دی گئی) جانتا ہے اور تکالیفِ شرعیہ کو مجنون کے ہاتھ اور پاؤں کی زنجیر پاتا ہے اور تکالیف (شرعیہ) کے ساقط ہونے کا خیال کرتا ہے، ذکر کو بکواس اور گناہ سمجھتا ہے اور کہتا ہے عوام کی توبہ گناہوں سے اور میری توبہ لا الٰہ الا اللہ کہنے سے ہے، اور نیز کہتا ہے اللہ کا ذکر قلب کو سیاہ کرتا اور گناہوں اور خطاؤں کو بڑھاتا ہے ۳۲۵
اور وہ مذہب و ملت کے تعین سے الگ تھلگ ہے اور اَنَا عَلٰی مَذْھَبِ رَبِّیْ [میں اپنے رب کے مذہب پر ہوں] کا ترانہ گاتا ہے اور کبھی نماز میں بہت کم آتا ہے اور اس کے قیام و قعود کی طرف مائل نہیں ہوتا اور وہ سمجھتا ہے کہ لا صلوٰۃ للمؤمن الا فی قلبہ [مومن کی نماز اس کے قلب میں ہی ہے] اور یہ پڑھتا ہے ؎

بکفر و با سلام یکساں نگر — کہ ہر یک ز دیوانِ او دفتریست

[کفر اور اسلام کو یکساں دیکھ کیونکہ ان میں سے ہر ایک اس کے دیوان کا ایک دفتر ہے] اگرچہ وہ ظاہر میں شرعی حدود سے تجاوز نہیں کرتا اور نماز اور تمام احکام کا پابند ہے اور اگر وہ ان چیزوں کو بھی ادا نہ کرتا ہو تو

ملحد و مردود ہے جو کہ بحث سے خارج ہے اور سچے اور جھوٹے شخص میں صحیح فرق کرنے والی چیز احکام شرعیہ کا بجالانا اور ملتِ مصطفویہ علی مصدرہا الصلوۃ والسلام والتحیۃ کو لازم پکڑنا ہے، یہ (مقام جمع کی بات تو بیان ختم ہوئی اور اس فقیر نے اوقات کو معمور رکھنے اور شوق و رغبت کے ساتھ اعمال صالحہ کے بجالانے کے بارے میں جس چیز کی طرف ترغیب دی ہے وہ مقام جمع الجمع اور فرق بعد الجمع کے مناسب ہے جو کہ صحو کا مقام ہے اس وقت میں آرام (سکون) بندگی میں ہے اور حصولِ لذت طاعات میں ہے ارحنی یا بلال [اے بلال مجھے راحت پہنچاؤ الحدیث] اسی معما کا ایک رمز ہے اور قرۃ عینی فی الصلوۃ [میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے، الحدیث] اسی متمنیٰ (مقصود) کی طرف اشارہ ہے، یہ کمال مقام نبوت سے پیدا ہوتا ہے اور جو کچھ اوپر گذرا وہ ولایت کی شطح (خلافِ شرع کلمات) سے پیدا ہوتا ہے، یہ اسلامِ حقیقی ہے اور وہ کفرِ حقیقی، اس کو اس کے ساتھ ایسی ہی نسبت ہے جیسی کہ قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ ہے بلکہ ایسی نسبت ہے جیسی کہ چھلکے کو مغز کے ساتھ ہے بلکہ ایسی نسبت ہے جیسی کہ موہوم کو موجود کے ساتھ ہے۔ معاملہ کی حقیقت یہاں ظاہر ہوتی ہے وہاں صورت اور نمونہ سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے اور حقیقی سورج سے اس کی مثال کے سوا اور کچھ حاصل نہیں رکھتا۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

تو از خوبی نمی گنجی بعالم مرا ہرگز کجا گنجی در آغوش

[تو خوبی کی وجہ سے عالم میں نہیں سما سکتا، بھلا تو میری آغوش میں کہاں سما سکتا ہے] جب یہ کمال پر تو اپنا عکس ڈالتا ہے تو سابقہ کمال پوشیدہ ہو جاتا ہے اور اس کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا بلکہ اس سے نادم ہوتا اور استغفار کرتا ہے، نماز اس (ظاہری) صورت پر منحصر نہیں ہے (بلکہ) عالمِ غیب الغیب میں اپنی ایک حقیقت رکھتی ہے جو بہت سی حقیقتوں کے اوپر ہے جب تک کوئی اس حقیقت کو نہیں پہنچے گا اس (نماز) کے کمال کو کیا پائے گا اور وہ حقیقت (نماز کی) اس صورت ہی کے ساتھ قائم ہے۔ نماز ایک دلربا معشوق ہے گویا اس کی صورتِ زیبا کو عالم مجاز میں ان مخصوص ارکان کے ساتھ نمایاں کیا گیا ہے اور اس کی رعنائی کی اداؤں کو اس قیام و قعود و آداب و خشوع کے ساتھ ظاہر کیا گیا ہے، جو شخص کہ (نماز کی) اس صورت کا والہ و شیدا نہ ہو جائے وہ ان ارکان کی حقیقت کو کیا پائے گا اور جو شخص کہ ان اداؤں کا فریفتہ نہ ہو جائے وہ اس قیام و قعود کی حقیقت کو کیا سمجھے گا ؎

چکد مشک تر از دستم چو آں گیسو بچنگ افتد دمد صبح از گریبانم گر آں مہ در کنار آید

[اگر وہ گیسو میرے پنجے میں آجائیں تو میرے ہاتھ سے تر مشک ٹپکنے لگے (اور) اگر وہ محبوب میری آغوش میں آجائے تو میرے گریبان سے صبح طلوع ہو جائے] والسلام علیکم۔

۳۴۶

مکتوب ۱۸۲

میرزا عبید اللہ کے نام احوال کی تشریح، استفسارات کے جوابات اور حضرت خضر علیہ السلام کی حیات و موت کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، آپ کے معزز گرامی نامہ کے مطالعہ سے مسرور و خوشوقت ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اس مقام سے رہائی حاصل کر لی ہے (اور) اکثر اوقات میں اپنی طرف منسوب نسبتِ وہمیہ کی جو کہ اصل کے حوالہ ہے ایک مثالی صورت سے زیادہ کچھ نظر میں نہیں آتا لیکن بہت ہی کم اوقات میں شبح (مشابہ صورت) کا علم بھی نہیں رہتا بلکہ علم اس کے عدم کا (ہوتا ہے)" اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ تنگ کوچے سے شاہراہ پر آگئے ہیں اور ظل سے اصل کی طرف دوڑ رہے ہیں، یہ کمال جو کہ سالک کے معدوم ہو جانے کے ساتھ وابستہ ہے منتسبات (نسبتوں) کے اصل کے ساتھ ملحق ہو جانے کے بعد ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کے طریق پر تجلی صفات سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس تجلی کا کمال تجلی ذات کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ ہر مقام کی تکمیل اس مقام سے گذر جانے کے ساتھ وابستہ ہے۔ تجلی ذات کے آثار میں سے یہ بات بھی ہے کہ شبح (صورت) اور جماد (بے جان چیز) جو کہ عارف کی نظر میں منتسبات کے اصل کے ساتھ ملحق ہو جانے کے بعد باقی رہ جاتی ہے وہ بھی زائل ہو جاتی ہے اور عارف بالکل فانی اور محض لاشئے ہو جاتا ہے اور وہ شبح (مشابہ صورت) وجماد ایسا عدم واقع ہوا ہے جو کہ کمالات کے انعکاس کے ذریعے تمام عدمات سے ممتاز ہو گیا تھا اور جب امانتی کمالات اہلِ امانات کے ساتھ ملحق ہو گئے تو وہ چیز نہ رہی جو اس عدم کو اُن اعدام سے ممتاز کرتی تھی پس ناچار وہ عدم جو کہ کمالاتِ وجودی کا آئینہ رہا تھا اور یہ مجموعہ (سب عدمات) ذاتِ ممکن ہو کر عدم مطلق کے ساتھ ہو جاتی ہیں اس وقت عارف کا نہ عین رہتا ہے نہ اثر، لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ۔ [نہ باقی رہنے دیگی اور نہ چھوڑے گی۔]

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "بہت ہی کم اوقات میں شبح (مشابہ صورت) کا علم بھی نہیں رہتا" شاید کہ اس کمال کا مقدمہ ہو، اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ "اس کمال کا مقدمہ ہوگا" یہ اس لئے کہ "ذات جب جلوہ گر ہوتی ہے تو اس کے لئے پوشیدگی نہیں ہے اور نیز اس مقام کی علامات میں سے ذکر و توجہ و حضور کا عارف سے بالکل منتفی ہو جانا ہے اور کلمہ انا کے مورد (مقام) کا قطعاً زائل ہو جانا ہے کمالات کے اصل کے ساتھ ملحق ہو جانے کے بعد اپنا حضور اپنے ساتھ ہے اور اس مقام سے عارف کا نصیب

استہلاک (فنائیت) اور وہمی قیود سے رہائی پانے اور جہلِ مرکب سے جو کہ خفی شرک اور باطنی مرض ہے نکل جانے کے سوا نہیں ہے۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "وجود اس سے پہلے (قوتِ) ذائقہ پر وحدت کا مزہ دیتا تھا اور (اس کو) اُس (اللہ تعالیٰ) کا عین جانتا تھا آج صفات کی مانند تعینات میں سے نظر آتا ہے" (آپ کی یہ کیفیت) نہایت بلند ہے اور علمائے اہلِ حق شکر اللہ تعالیٰ سعیہم [اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے] کے قول کے مطابق اور حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے ذوق کے موافق ہے اور تعینِ وجودی حضرت عالی (قدس سرہ) کے طریق کے مطابق تعینِ علمی اجمالی کے اوپر ہے جو کہ دوسرے بزرگوں کے طریق کے مطابق تمام تعینات سے اسبق (اول) ہے۔ ۳۴۷
اور آپ نے وجود کے معاملہ سے ماوراء (آگے) حیرت و عدمِ دریافت کا اظہار کیا ہے بیشک اس بارگاہِ مقدس جلّت عظمتہ سے جہل و حیرت کے سوا کیا نصیب ہوگا، اگرچہ درک ہوگا لیکن (اُس) درک کا ادراک نہیں ہوگا العجز عن درک الادراک ادراک [ادراک کے درک (حصول) سے عاجز ہونا ہی ادراک ہے] اس مقام کے حال کا نشان ہے، یہ جہل و حیرت جو کہ شہود و معرفت پر ہزاروں درجے فضیلت رکھتی ہے اعلیٰ مقامات سے ہے، ہرگز پستی کی طرف مائل نہ ہوں اور بلندی سے نشیب کی طرف نہ جھکیں اور پانی کی بجائے سراب پر فریفتہ نہ ہوں۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

اگر ندہی بکفت دامانِ یارم گرفتارِ کسے دیگر مدارم

[اگر تو یار کا دامن میری ہتھیلی (مٹھی) میں نہیں دیتا تو مجھے کسی دوسرے کا بھی گرفتار مت رکھ]۔ ہاں ہستی سے گذر جانا عقل کو ٹھیک نہیں لگتا اور بظاہر نیستی میں کوشش کرنا ہے لیکن کیا کیا جائے عرفت ربی بجمع الاضداد [میں نے اپنے رب کو اضداد کے جمع کرنے سے پہچانا] چونکہ ہستی و نیستی دونوں اعتبارات سے ہیں اس لئے اس بارگاہ سے نیچے کے درجے میں ہوں گے۔

لا و ہو نال سرائے رو نہی بازگشتند جیب و کیسہ تہی ؎

[لا او ہو (فنا و بقا) اس بارگاہِ مقدس سے اس حال میں واپس لوٹتے ہیں کہ جیب اور تھیلی خالی ہوتی ہے]

آپ کا تعجب و تحیّر برمحل ہے جبکہ تعینِ علمی جلی کے اوپر سیر و سلوک و علم و معرفت کو جائز نہیں رکھتے، کیونکہ ان بزرگوں کے مطابق بھی یہ تعین حضرت وجود سے نیچے کا ہے، آپ نے حضرتِ وجود سے اوپر علم کی نسبت کس طرح ثابت کی ہے، اگرچہ ان حضرات کے مطابق یہ حضرت وجود مرتبۂ ذاتِ بحت (محض) ہے اور ہمارے مطابق اس کے تعینات میں سے ایک تعین ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے فصوص (الحکم) میں فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ "ذات کی تجلی متجلی لہٗ کی صورت میں ہی ہوتی ہے پس متجلی لہٗ (جس کو تجلی کا مشاہدہ ہو) نے حق کے آئینے میں اپنی صورت کے سوا نہیں دیکھا اور اس نے حق (تعالیٰ شانہٗ) کو نہیں دیکھا اور یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اس کو

دیکھے"۔ اس کے بعد فرمایا ہے کہ "یہ تجلی تمام تجلیات کا منتہیٰ (آخری) ہے اور مشاہدات کی انتہا ہے پس تو اس بات کے لئے طمع نہ کر اور اپنے آپ کو اس بارے میں مشقت میں نہ ڈال کہ تو تجلیٔ ذاتی کے اس درجے سے ترقی کریگا" پھر فرمایا ہے" اور اس کے ماوراء (آگے) عدم محض کے سوا اور کچھ نہیں ہے"۔ اس لئے کہ عالم اسماء و صفات کا ظہور ہے اسماء و صفات سے اوپر جانا اپنے آپ کو عدم میں کھینچنا ہے لیکن جاننا چاہئے کہ المرء مع من احب [آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] کے بموجب چونکہ محبوب آفاق و انفس اور نسبت و اعتبارات کے ماوراء ہے خواہ وہ علم کی نسبت ہو یا وجود کی نسبت ہو اس لئے محب کی گذرگاہ اس معیت کے حکم کے مطابق آفاق و انفس سے باہر اور علم و ہستی کی نسبت سے ماوراء ہوگی اور ظل و اصل کے ماوراء نظر گاہ ہوگی (یہ معیت) ص ۳۲۸ ہر مرتبہ کی فنا و بقا کے ساتھ اس کے اوپر جانے میں مدد کرتی اور دلیر بناتی ہے اور اصل کو اس کے ظل کی طرح راستہ میں چھوڑ دیتی ہے، اس سے رک جانے کی کیا صورت ہوگی اور اس ذاتِ بحت کے گرفتار کو اس کے ماسوا کے ساتھ تسلی ہونا کس طرح متصور ہوگا، ظلال و اعتبارات کی چاشنی ذات تعالیٰ کے طالب کی قوتِ ذائقہ پر لذت نہیں دیتی اور بچوں کی طرح اس اضافی (غیر حقیقی) شیرینی اور عارضی حسن پر فریفتہ نہیں ہوتا اور تسنیم (جنت کی ایک نہر) کی شراب کا پیاسا ہونٹ سراب کی موج کے ساتھ سیراب نہیں ہوتا

پ ۳۰ ع ۹ ۸۳/۲۸ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ [اور اس (شراب) کی آمیزش تسنیم (کے پانی) سے ہوگی، وہ ایک چشمہ ہے جس سے مقرب بندے پئیں گے] اخص خواص کے درمیان ایک دوسرے پر فضیلت دینے والی چیز اس مقام سے ہے اور کامل ترین بزرگوں کی نظروں کا تفاوت اس مرتبہ میں ظاہر ہے، طلب کی طمع اور اس کی مشقت کا تحمل بھی اس بارگاہ میں زیبا ہے، وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ؕ پ ۳۰ ع ۹ ۸۳/۲۶

[اور اس میں رغبت کرنے والوں کو رغبت کرنی چاہئے]۔

میرے مخدوم! اسباب کا استعمال توکل کے منافی نہیں ہے کیونکہ (اگر) تاثیر حق سبحانہٗ کی طرف سے جانے اور اسی پر بھروسہ کرے اور یقینی سبب کو درمیان میں لائے تو عین توکل ہوگا، ہاں اگر موہومہ بعیدہ (غیر یقینی) اسباب کے ارتکاب کو توکل سے بعید کہیں تو گنجائش ہے لیکن یقینی اسباب سے چارہ نہیں ہے آگ کو روشن کرے اور جلانے کی تاثیر حق تعالیٰ سے جانے اور کھانا کھائے اور شکم سیری اس سبحانہٗ و تعالیٰ کی طرف سے سمجھے، اگر کوئی شخص ضرورت کے وقت میں اس قسم کے اسباب کو ترک کرے اور اس وجہ سے (اس کو) تکلیف پہنچے تو گنہگار ہوگا اور اسباب تین قسم کے ہیں: اسباب موہومہ (غیر یقینی) ان کا ترک کرنا لازم ہے اور اسباب متیقنہ جن کو اختیار کرنا واجب ہے اور اسباب مشکوکہ و مظنونہ جو کہ جائز الطرفین ہیں (جن کا اختیار کرنا یا نہ کرنا دونوں جائز ہیں) حق سبحانہٗ نے مشورہ کرنے کا امر فرمایا ہے جو کہ اسباب میں سے ہے

اس کے بعد توکل کا امر فرمایا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ [اور آپ ان سے کام میں مشورہ کر لیا کیجیے پھر جب آپ اپنی رائے پختہ کر لیں تو اللہ پر توکل کیجیے بیشک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے]۔ (البتہ) آخرت کے اعمال میں توکل کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ وہاں (اعمالِ آخرت میں) ہم سعی و کوشش کے ساتھ مامور ہیں اور اُس مقام (معاملاتِ آخرت) میں خوف و خشیت اور امید محبوب و پسندیدہ چیز ہے (یہ آیت) يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا [وہ اپنے رب کو (عذاب کے) خوف اور (بخشش) کی طمع رکھتے ہوئے پکارتے ہیں] اس معنی میں کامل تر ہے، اعتماد فضل و کرم پر رکھا جائے اور ظاہری اعمال یعنی اوامر کو بجا لانے اور ممنوعات سے بچنے کو ہاتھ سے نہ دے (ترک نہ کرے) بندگی کا طریقہ اور توکل کی حقیقت یہی ہے اور راہِ (حق) اسی میں منحصر ہے۔

۱۵۹ ۱۶

آپ نے پوچھا تھا کہ "بندہ کو کوئی ایسا مقام (کہ جس میں) تمام اوقات میں اپنے آپ ایسا فارغ ہو جائے کہ ہرگز کوئی مزاحمت باقی نہ رہے حاصل ہوتا ہے یا نہیں"۔ میرے مخدوم! یہ معنی فنا کو ظاہر کرنے والے ہیں کیونکہ اس مقام میں اپنے آپ سے بلکہ تمام ماسوائے دائمی طور پر فراغت حاصل ہے لیکن فنا و بقا باطن کے احوال سے ہے جب تک یہ دنیا قائم ہے ظاہر ضروریاتِ بشری کا محتاج ہے اس سے فراغت نہیں رکھتا۔ نیز آپ نے پوچھا تھا کہ "کیا خواطر (دل کی باتوں) کا کشف اور غیب کی باتوں کا علم اور دعاؤں کا قبول ہونا اس راہ کی قبولیت کی علامت ہے؟" میرے مخدوم! مذکورہ امور اور اس قسم کی اور چیزیں جو کہ خوارقِ عادات میں سے ہیں قبولیت کے دلائل (علامت) نہیں ہیں کیونکہ اہلِ استدراج بھی ان میں شرکت رکھتے ہیں اور (یہ امور) ریاضت کے ساتھ مشروط نہیں ہیں کہ ریاضت کے بغیر ہرگز حاصل نہ ہوتے ہوں کیونکہ بعض کو ریاضت کے بغیر بھی حاصل ہو جاتے ہیں اگرچہ وہ لوگ قلیل ہیں اور (اُن کے) خوارق بھی قلیل ہوں کیونکہ ان کے کثرت سے ظاہر ہونے کو کہہ سکتے ہیں کہ ریاضت کے ساتھ مشروط ہے جیسا کہ ولایت بھی ریاضتوں اور کرامتوں کے ساتھ مشروط نہیں ہے۔ شیخ الشیوخ (شیخ شہاب الدین سہروردی) قدس سرہ نے عوارف (المعارف) میں خوارق و کرامات کے ذکر کے بعد کہا ہے "اور کبھی کوئی بزرگ ان (اہلِ خوارق) سے اوپر ہوتا ہے جس کو ان (خوارق) سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا الیٰ آخر ما قال" اور اکثر خواص اولیا عُجب (خود پسندی) سے محفوظ ہیں کیونکہ کامل فنا نے عُجب کی بنیاد اور ریا کی جڑ کو ان بزرگوں سے اُٹھا لیا ہے اور نیز جائز ہے کہ مقبول بندوں سے بعض لغزشیں بشریت کے تقاضہ سے صادر ہو جائیں کیونکہ اولیا لغزشوں سے محفوظ نہیں ہیں لیکن وہ جلدی ہی متنبہ ہو جاتے اور اُن کا تدارک نیکیوں سے کرتے ہیں اور بعض قدرتیں جو کہ نیند یا واقعہ میں حاصل ہوتی ہیں اگر وہ بیداری کی حالت میں ظاہر ہوں تو خوارق میں سے ہیں ورنہ نہیں، اگر وہم و خیال فکر کے ہاتھ میں کوئی عجیب چیز دے

(تو اگر قلب کا اقرار و یقین اس کا معاون ہو تو وہ اعتماد کے لائق ہے ورنہ نہیں، کسی دوسرے شخص کو توجہ دینے اور دل کو (اس پر) مقرر کرنے میں عمدہ (طریقہ) اس کی جانب ہمت (توجہ و قصد) کو جمع کرنا ہے اور کم کھانا اور کم سونا پسندیدہ امور میں سے ہے ان کے لئے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اس حد تک کم نہ ہو کہ طاعات سے روک دے اور دماغ میں خشکی اور فاسد خیالات لائے اور دوسری ریاضتوں اور مشقتوں میں سے جو چیز سنت کے موافق ہو مبارک ہے۔ رہبانیت (ترکِ دنیا) کی قسم سے نہ ہو۔ لا رھبانیۃ فی الاسلام [اسلام میں رہبانیت نہیں ہے] صحیح کشف خیالی احکام میں سے نہیں ہے بلکہ الہامی احکام میں سے ہے کہ جن کا مورد (جائے ورود) قلب ہے، ہاں کوئی کشف ایسا بھی ہوتا ہے جس کا منشا (منبع) خیال ہوتا ہے وہ کشف اس وقت تک اعتماد کے لائق نہیں ہوتا جب تک قلب کی تصدیق اس کے ساتھ شامل نہ ہو جائے جیسا کہ گزر چکا ہے اسقدر ہے کہ وہم و خیال کو غیبی امور کے ادراک میں کامل دخل ہے کہ وہ اس کی مدد سے جلدی پا سکتا ہے۔ وہم (خیال) ہی ہے جو کہ پچاس ہزار سال کے راستہ کو جو کہ رب تعالیٰ اور مربوب (بندہ) کے درمیان ہے آنکھ جھپکنے میں طے کرا دیتا ہے اور خیال ہی ہے جو کہ باطنی احوال و غیبی امور اور لدنی علوم کو صورت بنا کر اور مثال دیکر اچھی طرح سمجھا دیتا ہے اور جاہلوں کو اہلِ علم بنا دیتا ہے اور اگرچہ (وہم و خیال) از خود استقلال نہیں رکھتے اور ان کے احکام پر جو کہ استقلال کے ساتھ ہوں اعتماد ص ۳۵۰
نہیں ہے لیکن ان سے اس راستہ میں عمدہ خدمات وقوع میں آتی ہیں طے ارض (زمین کو جلدی طے کر لینا) کو جو کچھ لوگ بعض دعاؤں کے ساتھ وابستہ جانتے ہیں تو اس میں کیا تعجب ہے کیونکہ اسمائے الٰہی ان (امور) سے (بھی) زیادہ تاثیر ہے لیکن جائز ہے کہ بعض لوگوں کو (یہ بات) دعاؤں کے واسطے کے بغیر حاصل ہو جائے، نماز (کی حالت) میں جسم کے اعضا جو چھوٹے اور حقیر نظر آتے ہیں اور کبھی اس میں سے کچھ بھی نہیں رہتا بہت اچھی حالت ہے جو حالت کہ نماز میں ظاہر ہوتی ہے وہ نہایت عمدہ حالت ہے اور بغیر نماز کی حالت پر فضیلت رکھتی ہے، کوشش کریں کہ نماز میں لذت یابی اور دلجمعی پیدا ہو جائے کیونکہ نمازوں میں لذت کا حاصل ہونا خاص کر فرض نمازوں میں انتہا کی علامت ہے نماز کو امر عظیم جانیں، مستحب اوقات میں جماعت اور تمام شرائط و مستحبات تعدیل ارکان کے ساتھ سکون و وقار سے ادا کریں۔ آپ نے حدیث کا مضمون سنا ہوگا کہ نماز میں اس حجاب کو جو کہ اس (نمازی) کے اور اس کے پروردگار کے درمیان ہے اٹھا دیتے ہیں اور نیز الساجد یسجد علی قدمی اللہ فلیسأل ولیرغب [سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دونوں قدموں پر سجدہ کرتا ہے پس اس کی طلب و رغبت کرنی چاہئے]

آپ نے جو طرح طرح کی مثالی صورتوں کا کشف ہونا اور ان کے ساتھ صحبت رکھنا لکھا تھا

عمدہ (حالت) ہے کیونکہ (یہ) علم کی بشارت دینے والا ہے لیکن مطلب حقیقی کے ساتھ کچھ تعلق نہیں رکھتا اور چونکہ باطنی نسبت میں خلل ڈالنے والا نہیں ہے (اس لئے) کیا مضائقہ ہے۔ شہر کابل میں پیش آئی ہوئی جو کیفیت آپ نے لکھی تھی اس نے لطف اندوز کیا زادکم اللہ سبحانہ ذوقا و شوقا [اللہ سبحانہ آپ کے ذوق و شوق کو زیادہ کرے]۔

(آپ کی طرف سے) حضرت خضر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کچھ پوچھا گیا تھا۔

آپ نے لکھا تھا کہ علم کلام (عقائد) کی کتابوں میں ان کی زندگی کو اعتقادی امور میں شمار کیا گیا ہے۔ میرے مخدوم! اس میں علماء کا اختلاف ہے تو پھر کونسی کتاب میں اس کو اعتقادی امور سے کہا ہے، شاذ روایتیں اس بارے میں بہت ہیں جو سب اعتماد کے قابل نہیں ہیں اور بعض مشائخ سے اُن حضرت (خضر علیہ السلام) کی ملاقات اور ان سے صحبت رکھنے اور گفتگو کرنے کے متعلق جو کچھ منقول ہے صحیح مان لینے کی صورت میں (یہ چیزیں) حیات کو ثابت کرنے والی نہیں ہیں کیونکہ اگر ان کی روح کو اجسام کے کاموں کی قدرت دیدی گئی ہو اور جو امور کہ اجسام سے وقوع میں آتے ہیں اُن کی روح متجسد ہو کر وقوع میں لائے تو مذکورہ امور نا ممکن نہیں ہوں گے اور اگر کوئی ایسی روایت وارد ہوئی ہو جو کہ ان کی حیات پر صریحاً دلالت کرتی ہو یا ہم مان لیں کہ سابقہ روایتیں (اُن کی) حیات کو ثابت کرنے والی ہیں تب بھی کوئی تضاد نہیں ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت زندہ رہے ہوں اور اب گذر چکے ہوں۔

اور یہ جو حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ[عہ] سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم وفات پا گئے اور تعزیت کا وقت آیا تو اُن (اہل بیت) کے پاس ایک آنے والا آیا کہ لوگ اس کی حس (حرکت کی آواز) سنتے تھے اور اس کی شخصیت کو نہیں دیکھتے تھے پس اس نے کہا "السلام علیکم اھل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الی اٰخر قولہ"[1] اے اہل بیت! تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں، ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور بیشک قیامت کے دن تم کو تمہارا پورا بدلہ دیا جائے گا بیشک اللہ تعالیٰ ہی ہر مصیبت پر صبر دینے والا اور ہر ہلاک ہونے والی چیز کا بدلہ دینے والا اور ہر ضائع ہونے والی چیز کا تدارک کرنے والا ہے پس اللہ تعالیٰ ہی پر اعتماد کرو اور اسی سے امید رکھو بس (حقیقت میں) مصیبت زدہ وہ شخص ہے جو (صبر نہ کرنے کی وجہ سے) ثواب سے محروم کر دیا گیا ہو۔ حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ شخص کون ہے؟ یہ خضر (علیہ السلام) ہیں۔ یہ روایت ہمارے قول کی تائید کرتی ہے کیونکہ حس (حرکت) کی آواز کا سنائی دینا ص۳۵۱

(عہ یہاں سے "الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ" ج۱ ص۴۲۵ کی عبارت شروع ہوتی ہے)

---

[1] المشکوٰۃ باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی کچھ کمی بیشی کے ساتھ یہ روایت ہے تتمہ مظاہر حق جلد چہارم ص ۹۷

اور شخصیت کا نظر نہ آنا دلالت کرتا ہے کہ وہ (حضرت خضر علیہ السلام) عالمِ ارواح میں ہیں۔

اور یہ جو بعض روایات میں آیا ہے کہ ایک شخص دراز قد اور کشادہ شانوں والا ایک تہبند اور ایک چادر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی گردنیں پھلانگتا ہوا اُن (حضرت علیؓ وغیرہ اہل بیت) کے پاس آیا یہاں تک کہ اُس نے گھر کے دروازے کے دونوں بازو پکڑ لئے اور رویا پھر صحابہ کرامؓ (رضی اللہ عنہم) کی طرف متوجہ ہوا اور کہا بیشک اللہ تعالیٰ ہی ہر مصیبت پر صبر دینے والا ہے الخ۔ پس ابو بکر (صدیق) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا غالباً یہ خضر (علیہ السلام) تھے (جو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی وفات) پر ہم لوگوں سے تعزیت کرنے آئے تھے۔ یہ ان روایتوں میں سے ہے جن کو بخاری نے اور فضلی نے "الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ" میں ضعیف کہا ہے۔ ابو بکر نقاش نے اپنی تفسیر میں علی بن موسیٰ الرضا اور محمد بن اسماعیل بخاری سے روایت کی ہے کہ بیشک خضر (علیہ السلام) مر چکے ہیں اور امام بخاری (رحمۃ اللہ) سے خضر (علیہ السلام) کی حیات کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے انکار کیا اور اس حدیث سے استدلال کیا کہ سو سال کے اختتام پر اُن لوگوں میں سے جو روئے زمین پر ہیں کوئی شخص بھی زمین پر باقی نہیں رہے گا اور یہ وہ حدیث ہے جس کو اُنھوں (امام بخاری) نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے اور یہ حدیث اس شخص کے لئے عمدہ ہے جو اس بات کو اختیار کرے کہ وہ (خضر علیہ السلام) مر چکے ہیں اور اس بات کو نہ مانے کہ وہ باقی (زندہ) ہیں۔ اور ابو الحسن ابن المناوی نے اپنی اس کتاب میں جس کو خضر (علیہ السلام) کے حالات میں مرتب کیا ہے ابراہیم الحربیؒ سے نقل کیا ہے کہ خضر (علیہ السلام) مر چکے ہیں۔ اور ابن المناویؒ مذکور نے اس پر اعتماد کیا ہے اور ابن الجوزیؒ نے اپنے رسالہ میں جو کہ اس بارے میں مرتب کیا ہے ابو یعلیٰ ابن الفراء الحنبلی سے ذکر کیا ہے اُنھوں نے کہا کہ ہمارے کسی صاحب سے خضر (علیہ السلام) کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا وہ مر چکے ہیں تو اُنھوں نے کہا ہاں، انھوں نے کہا اور مجھ کو ابو طاہر العباری سے اسی کی مثل پہنچا ہے اور وہ دلیل دیتے تھے کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو ضرور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور ابن الجوزیؒ نے استدلال کیا کہ اگر وہ (خضر علیہ السلام) زندہ ہوتے تو چونکہ وہ موسیٰ علیہ السلام اور اُن سے پہلے کے زمانہ میں تھے تو ضرور اُن (خضر علیہ السلام) کا قد و قامت اُن کے جسموں کے مطابق ہوتا اور ان کے اجسام کی مقدار ہمارے اجسام کی مقدار کے مانند نہیں تھی۔ جو لوگ اپنی تمام روایتوں میں خضر (علیہ السلام) کی رویت (دیکھنے) کا دعویٰ کرتے ہیں وہ (روایتیں) اس بات پر دلالت نہیں کرتیں کہ اُن (خضر علیہ السلام) کا جسم اُن (موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے لوگوں) کے اجسام کی مثل تھا، پھر اُنھوں (ابن الجوزی) نے اس چیز سے استدلال کیا کہ جس کو احمد نے المجاہد عن الشعبی عن جابر (رضی اللہ عنہم) کے طریق سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے

قبضہ میں میری جان ہے کہ بلاشبہ اگر موسیٰ (علیہ السلام) زندہ ہوتے تو ان کو میرے اتباع کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا۔
انھوں (ابن الجوزیؒ) نے کہا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کے حق میں یہ بات ہے تو پھر خضر (علیہ السلام) اگر زندہ ہوتے
تو کیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہ کرتے۔ پس وہ آپ کے ساتھ جمعہ اور جماعت سے نمازیں پڑھتے اور آپ کے ۳۵۲
جھنڈے کے نیچے جہاد کرتے جیسا کہ ثابت ہے کہ بیشک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس امت کے امام کے پیچھے
نماز پڑھیں گے۔ اور ابوالحسن ابن المناوی (رحمہ اللہ) سے خضر (علیہ السلام) کی طویل زندگی کے بارے میں پوچھا
گیا اور یہ کہ آیا وہ ابھی زندہ ہیں یا نہیں؟ انھوں نے کہا کہ اکثر ضعیف (رائے والے) لوگ اُن روایات کی
بنا پر جو اس بارے میں مروی ہیں اس بات کے معترف ہیں کہ وہ زندہ ہیں، انھوں (ابن المناویؒ) نے کہا
کہ جو مرفوع احادیث اس بارے میں ہیں وہ ضعیف ہیں اور اہلِ کتاب کی طرف (ان کی) سند اعتبار سے
ساقط ہے انھوں نے کہا اور اس کے سوا اور سب روایات اخبار سے ہیں پس وہ سب اول و آخر کے اعتبار سے
(یعنی بالکل) ضعیف و سست ہیں اُن (روایتوں) کا حال دو امر سے خالی نہیں ہے یا تو ثقہ راویوں پر
بھول کی حالت میں (یہ روایات) داخل ہو گئیں یا ان میں سے بعض نے بالقصد (ان روایات کو بیان) کیا
انھوں نے کہا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ [ہم نے تجھ سے پہلے (بھی) کسی بشر
کے لئے دائمی زندگی نہیں بنائی] انھوں نے کہا اور اگر خضر (علیہ السلام) زندہ ہوتے تو اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
(کی خدمت میں حاضر ہونے) سے اور ان کی طرف ہجرت کرنے سے پیچھے رہ جانے کی گنجائش نہیں تھی انھوں
نے کہا اور ہمارے بعض اصحاب نے مجھ کو خبر دی کہ ابراہیم الحربی سے حضرت خضر (علیہ السلام) کی طویل
زندگی کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے اس کا انکار کیا اور کہا وہ تو مرے ہوئے ہیں تم کلام الاصابہ
[کتاب الاصابہ کا کلام ختم ہوا]۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "ایک بزرگ نے خضر کو مقاماتِ سلوک کے ناموں میں شمار کیا ہے
(اور کہا ہے) کہ سالکین میں سے جو شخص اس مقام تک پہنچ جاتا ہے وہ خضر کے نام سے موسوم ہو جاتا ہے
اور وہ خضر جو کہ سکندر کا رفیق تھا وہ اسی وقت میں گذرا ہے" اور آپ نے لکھا تھا کہ یہ تحقیق حضرت عالی
(مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کی تحقیق کے مطابق ہے اور سلف (قدیم بزرگوں) کے اقوال کی تطبیق کے لئے
اس مقام کے نام کو خضر کے ساتھ موسوم کیا ہے۔" (یہ بات) شک و شبہ کے مقام میں ہے کیونکہ
اختلاف خضر معین علیہ السلام میں ہے اور ان کی حیات ثابت کرنے والے لوگ جو دلائل اپنے مقصد
پر لائے ہیں اور جو حدیثیں انھوں نے نقل کی ہیں اور اُن کا آبِ حیات کو پینا شخص خضر پر دلالت کرتا ہے
نہ کہ نوعِ خضر پر جو کہ کلی ہے اور ان دونوں بزرگواروں (حضرت خضر و الیاس علیہما السلام) نے حضرت عالی